۲۰ احسان ۱۳۴۲ ہش	۲۷ محرم ۱۳۸۳ ہجری	۲۰ جون ۱۹۶۳ء

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۵ جون (بوقت ۹ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں آج کی شائع شدہ رپورٹ مظہر ہے کہ:
کل دن بھر حضور کو ضعف کی شکایت رہی اس وقت طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۱۵ جون حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ کی صحت کے متعلق آج صبح کی رپورٹ مظہر ہے کہ رات بڑی بے چینی میں گذری اور مثانہ پر بوجھ محسوس ہوتا رہا۔ پیشاب پوری طرح کھل کر نہیں آتا۔ احباب جماعت التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو اپنے فضل سے صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

ربوہ ۱۳ جون حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کی طبیعت بلڈ پریشر اور بازو پر پھنسیاں نکل آنے کی وجہ سے ناساز ہے چند روز پہلے الفضل کے ذریعہ معلوم ہوا تھا کہ گرنے کی وجہ سے آپ کے دائیں بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ سیدہ موصوفہ کو بھی اپنے فضل سے شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۱۸ جون محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

قادیان میں جماعت احمدیہ کے مقدس ایریا کے بارہ میں وزارت بحالیات کا افسوسناک نوٹس

(آخری)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان کا غیر معمولی ریزولیشن

قادیان ۱۴ جون۔ آج بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب (صدر) مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بالاتفاق رائے حسب ذیل ریزولیشن پاس کیا گیا:-

۱۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان نے یہ خبر بڑے دکھ اور رنج کے ساتھ سُنی ہے کہ مرکزی وزارت بحالیات نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو یہ نوٹس دیا ہے کہ وہ موجودہ احمدی ایریا کی جائداد کی قیمت کے طور پر ایک ماہ کے اندر اندر پونے آٹھ لاکھ روپے ادا کرے ورنہ اس ایریا کی جائداد کو بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیا جائے گا

۲۔ وزارت بحالیات کا یہ قلیل المیعاد نوٹس ہمارے موجودہ مقدس ایریا کے لئے جس میں شعائر اللہ۔ ہماری مساجد۔ ہمارے تعلیمی ادارے اور ہمارے رہائشی مکانات ہیں ایک ایسے اچانک حادثہ کا حکم رکھتا ہے جس سے ہم سب کے دل سخت مجروح ہوئے ہیں۔
اور پھر یہ معلوم کر کے کہ وزارت بحالیات نے تیرہ سال کے لمبے عرصہ تک صدر انجمن احمدیہ کی جائدادوں کو واگذار نہیں کیا اور نہ ہی اب ان جائدادوں کے کرایہ اور آمدنیوں کی ادائیگی صدر انجمن احمدیہ کو کی ہے۔ اور ایک لمبا عرصہ پس وپیش میں گذار کر صدر انجمن احمدیہ کو مالی نقصان اور پریشانی سے دوچار کیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل موجودہ احمدی ایریا کی قیمت کی وصولی کے لئے ایک ماہ کا نوٹس دے دیا ہے ہمیں بہت صدمہ ہوا ہے یہ ایک عدل و انصاف سے بعید اقدام ہے۔
اور پھر حکومت کا یہ سٹینڈ تو بڑا ہی حیرتناک اور تعجب انگیز ہے کہ چونکہ صدر انجمن احمدیہ کی وہ جائدادیں جو محکمہ بحالیات نے تیرہ سال تک اپنے ناجائز قبضہ میں رکھیں، بعض مصالح کی بنا پر مختلف اداروں کو بلا معاوضہ دے رکھی تھیں اور ان سے کوئی وصولی نہیں کی گئی۔ اس لئے ان کے کرائے اور آمدنیاں صدر انجمن احمدیہ کو نہیں دی جا سکتیں۔ یہ جواب نہ تو ایک سیکولر حکومت کے شایان شان ہے اور نہ ہی آئینی اور اخلاقی لحاظ سے درست ہے۔
بالخصوص یہ امر تو بہت زیادہ توجہ کے قابل ہے کہ ۱۹۵۰ء میں ہمارے محبوب وزیر اعظم بھارت پنڈت جواہر لال نہرو نے ہمارے مرکزی وفد کو یقین دلایا تھا کہ یہ ایریا احمدی ایریا ہی رہے گا۔ اور اس کی واجبی قیمت وصول کی جائے گی۔ لیکن عملاً واجبی قیمت سے اڑھائی گنے زیادہ قیمت کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اور وہ بھی قلیل المیعاد نوٹس پر۔

مجلس انصار اللہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حکومت ہند کے تمام ذمہ وار ارکان سے عدل و انصاف کے نام پر یہ درخواست کرتا ہے کہ مہربانی فرما کر اس اہم معاملہ پر ہمدردانہ غور فرمایا جائے اور

۱۔ صدر انجمن احمدیہ کی لاکھوں روپیہ کی اس جائداد کے کرائے اور آمدنیاں وزارت بحالیات سے دلوائی جائیں جو تیرہ سال ناجائز قبضہ کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ اور جن کی مجموعی مقدار گورنمنٹ کے مطالبہ سے کئی گنے زیادہ ہے۔

۲۔ موجودہ احمدی ایریا کی واجبی قیمت اسی نسبت سے وصول کی جائے جو ہمارے کی دوسری نکاسی جائدادوں کی نیلامی کے ذریعہ وصول کی گئی ہے۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس ریزولیشن کی نقول
(۱) جناب پنڈت جواہر لال صاحب نہرو وزیر اعظم بھارت
(۲) جناب ڈاکٹر رادھا کرشنن صاحب صدر جمہوریہ ہند
(۳) جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نائب صدر جمہوریہ ہند۔
(۴) جناب مہر چند کھنہ صاحب وزیر بحالیات
(۵) جناب بخشی غلام محمد صاحب وزیر اعظم ریاست جموں و کشمیر۔
(۶) جناب سردار پرتاپ سنگھ کیروں وزیر اعلیٰ پنجاب اور پریس کو بھجوائی جائیں۔

خاکسار رفیق احمد
معتمد مجلس انصار اللہ مرکزیہ

مکرم صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان　　　مورخہ ۲۰ جون ۱۹۶۳ء

وزارتِ بحالیات کا نوٹس

بھارت کی مرکزی وزارتِ بحالیات نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو یہ نوٹس دیا ہے کہ موجودہ احمدی ایریا کی قیمت کے طور پر

"ایک ماہ کے اندر اندر قریباً پونے آٹھ لاکھ روپے ادا کرو ورنہ اس ایریا کی جائدادوں کو بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیا جائے گا۔"

وزارت بحالیات کا یہ نوٹس مرکز احمدیت کے لئے ایک سخت دھکا کا حکم رکھتا ہے۔ جس نے ایک طرف صدر انجمن احمدیہ اور مرکز احمدیت کے مکینوں کو لرزا دیا ہے اور دوسری طرف اقصائے عالم میں بسنے والے احمدیوں کے لئے یہ امر شدید پریشان کن ہوگا۔ اس نوٹس کا پس منظر یہ ہے کہ "قادیان کا موجودہ احمدی ایریا جس میں ہمارے مرکزی دفاتر اور تعلیمی ادارے اور مساجد اور شعائر اللہ ہیں اور اپنے اندر ایک تاریخی اور دائمی تقدیس رکھتے ہیں۔ اس ایریا ہمارے رہائشی مکانات بھی۔ اکثر حصہ کا سی جائداد میں شمار ہوتا ہے۔ تقسیم ملک کے وقت جبکہ قادیان کی اکثر آبادی ہجرت کرکے پاکستان چلی گئی تھی۔ صرف ۳۱۳ افراد ان شعائر اللہ سے متصل مقامات میں سمٹ سمٹا کر منتقل ہو گئے تھے۔ اور یہی اس ہنگامی صورتِ حالات کا تقاضا تھا۔

اس کے بالمقابل صدر انجمن احمدیہ کی لاکھوں روپیہ کی جائداد پر محکمہ کسٹوڈین نے ناجائز طور پر تصرف جمالیا۔ اور بڑی لمبی بڑی جد وجہد اور مقدمات اور اخراجات کے بعد صدر انجمن احمدیہ نے تیرہ سال تک اس جائداد سے جبری بے دخلی کو ختم کرایا۔ آئین اور اصول متقاضی تھے کہ صدر انجمن احمدیہ کی اس تمام جائداد کے تیرہ سال کے کرائے اور آمدنیاں صدر انجمن احمدیہ کو بلا تاخیر ادا کر دی جاتیں۔ کیونکہ ایسی ادائیگی حکومت کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھی لیکن ہوا یہ کہ آج تک اس کے معاوضہ کے طور پر صدر انجمن احمدیہ کو ایک پائی تک وزارت بحالیات کی طرف سے ادا نہیں کی گئی۔

ادھر چونکہ وزارت بحالیات کا اپنا مطالبہ تھا۔ اور اس مطالبہ کی پشت پر حکومتی طاقت بھی کارفرما تھی۔ اس لئے یہ قلیل المیعاد نوٹس دے دیا گیا۔ اور پھر جو مطالبہ کیا گیا ہے۔ وہ بھی کس قدر زیادہ ہے کہ اس علاقہ کی نیلام شدہ جائدادوں کی نسبت سے اٹھائی گنا سے زیادہ ہے۔ چنانچہ اس سے قبل ۱۹۶۱ء میں جب ہمارا مرکزی وفد جناب پنڈت جواہر لال سے اسی سلسلہ میں دہلی جاکر ملا تھا تو آپ نے یہ یقین دلایا تھا کہ موجودہ احمدی ایریا احمدی ایریا ہی رہے گا۔ اور اس کی واجبی قیمت عام نیلامیوں کے مطابق وصول کی جائے گی۔

عام نیلامی کو اگر دیکھا جائے تو حکومت نے جو ریزرو پرائس نکاسی جائدادوں کی مقرر کی تھی اس کا ۲۵٪ بمشکل وصولی ہوئی ہے۔ اس سے ملحوظ رکھ کر اس جائداد کی قیمت زیادہ سے زیادہ تین لاکھ روپے بنتی ہے۔ لیکن وزارتِ بحالیات اپنی ریزرو پرائس ہی صدر انجمن احمدیہ پر ٹھونسنا چاہتی ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ وزارتِ بحالیات کا یہ نوٹس ایک ایسی زیادتی ہے۔ جو مرکزی حکومت کے ارباب حل وعقد کی توجہ کی متقاضی ہے اور اگر اس زیادتی کا سدباب نہ کیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک اقلیت کے جائز اور بنیادی حقوق معرض خطر میں پڑ جائیں گے۔ اور اسے ذہنی اور مکانی انتشار سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہمارے موجودہ حالات کے پیش نظر اخلاقی، معاشی اور معاشی نظم ونسق کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ احمدی ایریا علیٰ حالہٖ قائم رہے۔ اور یہ ایسی صورت میں ہی ممکن ہے کہ وزارت بحالیات عدل وانصاف سے کام لے اور جائز اور مناسب قیمت وصول کرے۔ اور وہ اس طرح کہ اس کے ذمہ صدر انجمن احمدیہ کی جائدادوں کے تیرہ سال کے جو کرائے اور آمدنیاں ہیں ان کی ادائیگی کرتے وقت اپنی واجب الوصول رقم وضع کر لے۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزارتِ بحالیات اپنے حقوق کی بنیاد دوسروں کی حق تلفی پر قائم کر کے ایک بُری مثال پیدا کرنا چاہتی ہے۔

چونکہ روحانی اور مذہبی جماعتوں کے مسائل زمین سے نہیں آسمان سے حل ہوتے ہیں۔ اس لئے احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ دعاؤں میں لگ جائیں تاکہ صدر انجمن احمدیہ اس ابتلاء میں سے کامیابی سے گزر جائے اور مرکز کے سر پر جو خطرہ منڈلا رہا ہے وہ ٹل جائے۔ احباب اس امر کو یاد رکھیں کہ روحانی جماعتوں کو ایسے ابتلاؤں میں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ تاکہ ان کے اندر بیداری پیدا ہو اور ان کی توجہ نئے سرے سے اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول ہو۔ اور ایسے ہی ایام ہوتے ہیں جب صبر اور رضا کو امتحان کی کٹھالی میں ڈال کر روحانی جماعتوں کو قدم آگے بڑھانے کا موقعہ ملتا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا یہ ابتلا جلد پیچھے ہمارے لئے سلامتی چھوڑ جائے۔ آمین۔

شورش صاحب کی دماغی الجھن

حال ہی میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تصنیف فرمودہ رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کو حکومت مغربی پاکستان نے ضبط کر لیا تھا۔ جس پر دنیا بھر کی احمدی جماعتوں نے مسلسل احتجاج کیا اور مغربی پاکستان کے سنجیدہ طبقہ نے بھی جس میں ممبران اسمبلی وکلاء اور بیرسٹر بھی تھے حکومت کی اس غیر دانشمندانہ کارروائی کی طرف اسے توجہ دلائی اور آخر حکومت نے ضبطی کے احکام واپس لے لئے۔

جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے ظاہر ہے۔ سراج الدین نامی ایک عیسائی نے جو پہلے مسلمان تھا اور پھر اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اسلام کے متعلق بعض اعتراض کئے جن کے جوابات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے اور ایسے جوابات دیئے جو عیسائیوں کے لئے دنداں شکن تھے۔ گویا یہ رسالہ عیسائی حملے کی وجہ سے اسلام کے دفاع میں حضرت بانی جماعت احمدیہ نے تحریر فرمایا تھا جو آج سے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ قبل شائع ہوا۔ اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ہم اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کہ حکومت نے کس مواد کی بناء پر اس کی ضبطی کے احکام صادر کئے۔ لیکن چونکہ یہ ایک سراسر غلط اقدام تھا۔ اس لئے جلد ہی حکومت کو اس غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

لیکن تعصب ایک ایسی چیز ہے جو دیانت اور سنجیدگی کو نابینائی بخشتی ہے اس کی تازہ ترین واضح مثال پاکستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ چٹان لاہور کے ایڈیٹر جناب شورش کاشمیری کے اداراتی نوٹ میں ملتی ہے۔ اس نوٹ میں جو کچھ لکھا ہے اسے تعصب بھی کہا جا سکتا ہے اور صحافتی بے راہ روی بھی۔ جہاں تک شورش صاحب کی طرف سے جماعت احمدیہ کی مخالفت کا تعلق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ حق حاصل ہے کیونکہ وہ احمدیت کے مخالف ہیں۔ لیکن اس اداریے میں انہوں نے کچھ تحریر کیا ہے اسے پڑھ کر ان کے صحافتی معیار کی پستی کا پتہ چلتا ہے۔ اور پھر یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ جب انسان تعصب اور مخالفت میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس کا دماغ اسے کن راہوں پر ڈال دیتا ہے۔ اور اس کے ذہن وفکر کی الجھنیں کیا کیا رنگ لاتی ہیں۔ شورش صاحب کی ذہنی اپج دیکھئے لکھتے ہیں:-

"سوال یہ ہے کہ اس لطیفہ کا ترکیب کون ہے؟ اُدھر ضبطی اُدھر واپسی۔ چنانچہ دور اندیش لوگوں نے خیال کیا کہ یہ کسی ڈرامے کا حصہ ہے۔ بیرونانِ آنجہانی اُدھر اُدھر موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو شہرت دلانے، مرزائیت کا چرچا کرنے اور مسلمانوں میں یہ نقش بٹھانے کہ رد عیسائیت میں مرزا صاحب نے فلاں کتاب لکھی ہے۔ یہ سارا ناٹک رچوایا گیا ہے۔ مقصود اس سے مرزائیت کا پروپیگنڈا اور مرزا صاحب کا تذکرہ وبیان معلوم ہوتا ہے۔"

دیکھا آپ نے! عجیب انسانی ذہن بھٹک جاتا ہے تو کن لایعنی عقیدوں کی دنیا میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔ یہ دور اندیشی تو محض شورش صاحب ہی کی ذہنی کاوش کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جہاں تک پاکستانی پریس کا تعلق ہے اس کے بعض حصہ نے جرأتمندی کے ساتھ حکومت کے اس اقدام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقہ نے بھی حکومت کے اس اقدام کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی ان کا فرض تھا۔ کیونکہ یہ رسالہ ایک عیسائی کے اعتراضات کے جواب میں اور اسلام کے دفاع میں لکھا گیا تھا۔ تعجب ہے کہ شورش صاحب کو اس میں کیوں ڈرامہ کا پہلو نظر آیا۔ اور اس کی وجہ بھی تو کچھ

مگر کمال تو یہ ہے کہ اس ڈرامہ کا صحافتی بھی لگی ہوئی ہوگی کہ شورش صاحب نے یہی نہیں کیا کہ اس رسالہ کی مخالفت میں آواز اُٹھا کر ایک گناہ بے لذت کیا ہے۔ بلکہ یہ امر متحقق کئے بغیر کہ اس رسالہ میں کیا لکھا ہے۔ "مخالفت برائے مخالفت" کا اصول اپنایا ہے جو ایک کٹر اور متعصب مُلّا کا شیوہ تو ہو سکتا ہے۔ ایک صحافی کا اصول نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"اگر یہ کتاب فی الواقع حضرت مسیح علیہ السلام پر سب وشتم کا پہلو لئے ہوئے نہیں اور نہ اس میں دلآزاری کا کوئی عنصر ہے۔ تو ہم خود اس کی ضبطی کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر ......"

اگر شورش صاحب اس مختصر سے رسالہ کو بالاستیعاب پڑھ لیتے تو "لیکن اگر" کی اس گردان کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اور صحافتی دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس کا مطالعہ کرتے اور اس کے بعد اپنے قلم کو حرکت میں لاتے۔

لیکن چونکہ شورش صاحب کا یہ مشن ہے کہ وہ احمدیت کی مخالفت میں آئے دن کوئی نہ کوئی

(باقی صفحہ پر)

خطبہ جمعہ

ہماری جماعت کے ہر فرد کو یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ وہ دین کی خاطر کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریگا

ہر احمدی کے دل سے یہ دُعا نکلنی چاہیئے کہ اے خدا تو اپنی مدد بھیج

تا ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ لیں کہ اسلام دنیا پر غالب آگیا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۱؍ فروری ۱۹۵۸ء بمقام کراچی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
آج میں جماعت کو

اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں

کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دنیا میں مختلف انبیاء گزرے ہیں۔ جن کو خدا نے اپنے وقت میں ...نیں بخشیں اور انہوں نے خدا تعالیٰ کا نام پھیلایا اور اس کے دین کی خدمت کرنے کے لئے بڑی جد و جہد کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (سورہ انعام ع ۱۰) یعنے یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دی۔ پس اے محمد رسول اللہ جس طرز پر یہ لوگ چلے ہیں اسی طرز پر تجھے اور تیرے ساتھیوں کو بھی چلنا چاہیئے۔ اب یہ صاف بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی گذرے ہیں یا جن کا یہاں ذکر آتا ہے۔ حضرت اسحٰق کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت یعقوب کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت سلیمان کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت ایوبؑ کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت موسیٰ کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت ہارون کا بھی نام آیا ہے۔ اسی طرح زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، الیاس، اسمٰعیل، الیسع، یونس اور لوط کا بھی نام آیا ہے۔ ان تمام کی زندگیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی

خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت

میں لگا دی تھی اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ تم بھی ان نبیوں کے طریق پر چلو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شروع دعویٰ نبوت سے لے کر ۲۳ سال تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ذاتی کام نہیں کیا صرف دین کی خدمت کرتے رہے اور اسلام کے پھیلانے میں دن رات لگے رہے۔ اور اسی حالت میں فوت ہو گئے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کے دل میں دین کی خدمت اور اس کی اشاعت کا اس قدر شوق تھا کہ مرض الموت میں آپؐ نے ایک دن فرمایا کہ میرے اور مسجد کے درمیان جو پردہ حائل ہے اسے ہٹا دو میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ جب پردہ ہٹایا گیا۔ اور صحابہؓ جو نماز کے لئے جمع تھے انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ شوق کے مارے دیوانے ہو گئے۔ اور انہوں نے بے تحاشہ اپنی خوشی کا اظہار کرنا شروع کر دیا مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت چونکہ نہایت کمزور تھی اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ اب پردے گرا دو اور باہر کہلا بھیجا کہ میرا دل تو چاہتا تھا کہ میں آؤں مگر میں کمزوری کی وجہ سے نہیں آسکتا میری جگہ ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔

غرض یہ ایک قرآنی ہدایت ہے جس کو

ہمیشہ مدنظر رکھنا ضروری ہے

اور ہمارا بھی فرض ہے کہ دنیا میں جتنے انبیاء گزرے ہیں جن میں خصوصیت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں ان کے نمونے کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہم اسلام کی خدمت بجا لائیں۔ کیونکہ اس وقت سوائے اسلام کے اور کوئی سچا دین نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران ع ۲) یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت صرف اسلام ہی حقیقی دین ہے۔ پس قرآن کے نزول کے بعد اب سوائے اسلام کے اور کوئی دین نہیں رہا۔ اگر عیسٰی کے پیرو عیسٰی کے پیچھے چلتے ہیں اور موسیٰ کے پیرو موسیٰ کے پیچھے چلتے ہیں تو ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کریں یا یہودیت کو پھیلانے کی کوشش کریں بلکہ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلیں اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنی جانیں تک لڑا دیں۔

حقیقت یہ ہے

کہ اس وقت اسلام کی ویسی ہی نازک حالت ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک فارسی قصیدہ میں فرمایا کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

جیسے کربلا کے وقت ہوا تھا کہ یزید کی فوجیں غالب آرہی تھیں اور امام حسین کا لڑکا زین العابدین بیمار پڑا ہوا تھا اور دین کی مدد کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے چاہا بھی کہ اپنی چارپائی میں اُٹھ کر کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؓ کی مدد کریں۔ مگر امام حسینؓ نے کہا کہ میرے بیٹے کو سنبھالو۔ اس کو اُٹھنے نہ دو۔ چنانچہ ان کی پھوپھی زینبؓ آئیں۔ اور انہوں نے کہا کہ صبر سے کام لے تیرے باپ کا یہی حکم ہے کہ تجھے لٹا یا جائے اُٹھنے نہ دیا جائے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یعنی جس طرح

کربلا کے میدان میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے صرف ستر آدمی تھے اور باقی سینکڑوں ہزاروں سپاہیوں کی رجمنٹیں ایک مشہور جرنیل کے ماتحت یزید کی طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھیں اسی طرح آجکل اسلام کی حالت ہے کہ چاروں طرف یزیدی فوجوں کی طرح لوگ اس پر چڑھے آرہے ہیں اور اسلام کی حالت ایسی ہی ہے جیسے زین العابدین بیماری میں تڑپ رہے تھے۔ اور اپنے باپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ ہمارے روحانی باپ چونکہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ اس لئے معنے یہ ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں اگر ایمان ہوتا ہے تو وہ تڑپتے ہیں کہ اپنے حقیقی روحانی باپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں لیکن وہ بیمار و بیکس ہیں یعنی ان میں طاقت نہیں کہ مقابلہ کر سکیں۔ نہ پیسہ ان کے پاس ہے نہ پریس ان کے پاس ہے نہ فوجیں ان کے پاس نہ حکومتیں ان کے پاس ہیں۔ عیسائی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گند اچھالتے ہیں مگر ان کے پاس اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ جواب دے سکیں۔ اب ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس کے افراد یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں مگر

کام کی وسعت کے مقابلہ میں

ہماری جد و جہد ایسی ہی ہے جیسے کوئی چڑیا سمندر میں سے چونچ بھر کر پانی پیئے۔ عیسائیوں کی طاقت کے مقابلہ میں نہ ہمارے پاس کوئی طاقت ہے اور نہ ان کے مبلغوں کے مقابلہ میں ہمارے مبلغوں کی تعداد کوئی حقیقت رکھتی ہے۔ رومن کیتھولک پادریوں کی تعداد ہی اٹھاون ہزار ہے۔ اور ہمارے مبلغ تین سو بھی نہیں۔ ایک دفعہ وکالت تبشیر نے مجھے رپورٹ بھیجی تھی کہ مقامی جماعتوں کے مبلغ ملا کر ہمارے کل مبلغ دو سو ستر ہیں۔ اب کجا دو سو ستر مبلغ اور کجا اٹھاون ہزار مبلغ۔ اور ابھی یہ صرف رومن کیتھولک پادریوں کی تعداد ہے اگر پروٹسٹنٹ فرقہ کے پادریوں کو ملا لیا جائے۔ تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ ان کے مبلغوں کی تعداد بن جاتی ہے۔

قرآن کریم نے ایک جگہ بتایا ہے کہ اگر مسلمانوں میں سچا ایمان پایا جائے تو ایک مومن دس کفار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ (الانفال ع ۹)

اس کے معنے یہ ہیں

کہ اگر ان کے دو ہزار سات سو مبلغ ہوں تب تو انسانی طاقت کے لحاظ سے ہماری فتح کا امکان ہے۔ لیکن ہمارے ۲۷ مبلغوں کے مقابلہ میں ان کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ مبلغ ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے ایک مبلغ کے مقابلہ میں ان کے تین چار سو مبلغ کام کر رہے ہیں۔ پس بظاہر دنیوی نقطۂ نگاہ سے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا مگر صحابہ میں عملاً اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے کئی گنا

لشکروں کا مقابلہ

کیا اور دشمن پر فتح حاصل کی۔ جب رومیوں سے جنگ ہوئی تو حضرت خالد بن ولید نے ساٹھ آدمیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ منتخب کیا۔ اور ان ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب

رومیوں پر حملہ

کرنے لگے تو آپ کے ساتھ صرف دس ہزار آدمی تھے اور رومی فوج کئی لاکھ تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان پر ایسا رعب ڈالا کہ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہ کیا۔ دراصل جزیرہ کے قبیلہ کی شہ پر رومی مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ قبیلہ اصل میں عرب تھا۔ مگر رومیوں کے پیچھے عیسائی ہو گیا تھا۔ پہلے تو انہوں نے قیصر کو انگیخت کی اور اسے حملہ کے لئے اکسایا مگر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے اور جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو رومی فوج بھی ڈر گئی اور اس نے حملہ نہ کیا۔

غرض صحابہ کے زمانہ میں دو دو ہزار گنا لشکر کا بھی مسلمانوں نے مقابلہ کیا ہے مگر یہ مقابلہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ ہماری جماعت بہت قلیل ہے۔ اور ساری دنیا میں ہم نے اسلام پھیلانا ہے۔ پس یہ کمی اسی طرح پوری ہو سکتی ہے کہ

ہماری جماعت کا ہر فرد

دعاؤں میں لگا رہے۔ اور ہر شخص اس بات کا عہد کرے کہ وہ دین کے لئے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے گا۔ اور اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے گا......

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

نے ایک دفعہ اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد جماعت احمدیہ پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جتنا بجٹ ان کا اب ہوتا ہے۔ اتنا بجٹ ان کا پہلے کبھی نہیں تھا۔ اور یہ بالکل درست ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت جماعت کا سارا بجٹ ۳۰-۲۵ ہزار کا تھا مگر صرف صدر انجمن احمدیہ کا ہی پچھلے سال

تیرہ لاکھ کا بجٹ

تھا اور اگر اس کے ساتھ تحریک جدید کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہمارا بجٹ ۲۵-۲۶ لاکھ تک پہنچ جاتا ہے اس کو دیکھ کر مخالف بھی متاثر ہوتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جماعت پہلے سے ترقی کر رہی ہے۔ اور جب "وقف جدید" مضبوط ہو گیا جس کی وجہ سے لازماً چندے بھی بڑھیں گے اور آدمی بڑھیں گے۔ تو ممکن ہے اگلے سال تینوں انجمنوں کا بجٹ

چالیس پچاس لاکھ

تک پہنچ جائے

پس ان قربانیوں کی طرف جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ہر آدمی کو یہ دعائیں کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد جلدی آئے۔ بے شک جہاں تک اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا سوال ہے ہمیں یقین ہے کہ اس کی نصرت ہمارے شامل حال ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے گا۔ لیکن اگر اس مدد کے آنے میں کچھ دیر ہو جائے تو

مومن کا قلب

اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب مومن کہہ اٹھتے ہیں کہ متیٰ نصر اللہ یعنی انتظار کرتے کرتے ہماری آنکھیں تھک گئیں۔ اب اللہ کی مدد کب آئے گی۔ فرماتا ہے۔

الا ان نصر اللہ قریب

(بقرہ ع ۲۶)

اللہ کی نصرت آنے ہی والی ہے گھبراؤ نہیں تم گھبرا جاتے ہو۔ اور سمجھتے ہو کہ نہ معلوم اس کی مدد کب آئے گی۔ حالانکہ وہ تمہارے بالکل قریب پہنچ چکی ہے چنانچہ آیتوں کے نزول کے ایک دو سال بعد مکہ فتح ہو گیا۔ اور سارے عرب پر اسلام غالب آ گیا۔ اب بھی ایسا ہی وقت ہے کہ ہر احمدی کے دل سے یہ آواز

اٹھنی چاہیئے کہ

متیٰ نصر اللہ

اے خدا تیری مدد کب آئے گی۔ ہم نے تیرے دین کی ترقی کے خواب اس وقت دیکھنے شروع کئے تھے۔ جب یہ صدی شروع ہوئی تھی۔ اور اب تو یہ صدی بھی ختم ہونے والی ہے مگر ابھی تک ہماری امیدیں بر نہیں آئیں۔ اور کفر وہیں کا وہیں قائم ہے۔ اے خدا تو اپنی مدد بھیج تاکہ ہم اپنی زندگیوں میں ہی وہ دن دیکھ لیں کہ اسلام دنیا پر غالب آ جائے۔ اور عیسائی اور ہندو اور دوسرے تمام غیر مذاہب کے پیرو مغلوب ہو جائیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسجدیں بن جائیں اور اللہ اکبر اللہ اکبر کی آوازوں سے سارا یورپ گونج اٹھے۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں سے اس طرح آواز اٹھے تو آپ کو یقین رکھنا چاہیئے کہ آپ کے دل میں

ایمان کی چنگاری

پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن اگر یہ آواز نہ اٹھے تو آپ سمجھ لیں کہ آپ لوگوں نے اپنے متعلق بلاوجہ نیک ظنی کی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم مومن ہیں حالانکہ مومن نہیں تھے۔ اسلام تو بہت بڑی چیز ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے کسی بھائی کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اسے بھی ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔ جیسے وہ تکلیف اسے خود پہنچی ہے۔ جب ایک مومن بھائی کی تکلیف کو بھی دوسرا شخص اپنا تکلیف سمجھتا ہے۔ تو اگر اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ آپ پر غلاظت اچھالی جاتی ہے اور تمہارے دل میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا تو یہ

ایمان کی کمی کی علامت ہے

بے شک جس بات کی ہمیں طاقت حاصل نہیں۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ ہم سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے دلی جذبات کے متعلق تو وہ ہم سے سوال کر سکتا ہے وہ کہے گا کہ اگر تمہارے دلوں میں سچا ایمان ہوتا تو تم ان مخالفتوں کو دیکھ کر کیوں نہ میری طرف جھکتے اور مجھ سے دعائیں کرتے اور چونکہ تم میری طرف نہیں جھکے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ جو تمہارا فرض تھا۔ وہ تم نے ادا نہیں کیا۔ (الفضل ۱۲/۶/۶۲)

رسالہ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب"

(کے متعلق)

ایک ضروری اعلان

(از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

ہر مخلص احمدی کو مغربی پاکستان میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب مذکورہ بالا کے ضبط ہونے کے بعد شدت سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو زیادہ سے زیادہ شائع کریں۔ خصوصیت سے اس رسالہ کو جسے حضور علیہ السلام نے عیسائی عقائد کے رد اور اسلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے لکھا تھا۔

نظارت ہذا عنقریب یہ رسالہ شائع کروا رہی ہے۔ چونکہ قادیان میں مقامی پریس نہیں ہے طباعت کیلئے امرتسر یا جالندھر جانا پڑتا ہے اس لئے جملہ اخراجات کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ جس کے مطابق مبلغ ۲۰/- روپے فی سینکڑہ لاگت آئے گی۔ گویا ایک کاپی کی قیمت بیس نئے پیسے ہوگی۔ جو بہت ہی معمولی ہے۔ میرے نزدیک فوری طور پر کم از کم بیس ہزار کی تعداد میں اس کی اشاعت ہونی چاہیئے جماعتوں کو زیادہ سے زیادہ خرید کر اس کو تقسیم کرنا چاہیئے۔ جماعتیں اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بیس روپے فی سینکڑہ کے حساب سے رقوم نقد بھجوا دی جائیں۔ جماعتوں کے امراء یا پریذیڈنٹ اور مبلغین کرام فوری طور پر توجہ دیں۔ اپنی ضرورت کے مطابق اطلاع کے ساتھ ہی رقم بھی آ جانی چاہیئے۔ کتاب کی ترسیل پر ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

خاکسار

مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ

(از چوہدری مبارک علی صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدرآباد)

اللہ تعالیٰ کا اس عاجز پر بے حد فضل و احسان ہے کہ اُس نے امسال اس عاجز کے لئے دنیا کے مبارک و مقدس ترین مقامات کی زیارت کے اسباب اس طرح پیدا فرمائے کہ سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے انتخاب کے نتیجہ میں مکرم و محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ نے اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کی طرف سے مجھے حج بدل کے لئے بھجوانا منظور فرمایا۔ محترم سیٹھ صاحب درویشان قادیان کے لئے بڑے خلوص اور محبت اور فراخ صدر کے ساتھ ہر طرح کی قربانی فرما رہے ہیں۔

آج سے ساٹھ ستر سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کشف دیکھا تھا کہ

"ایک فرشتہ آسمان سے آیا ہے
اس کے ہاتھ میں ایک نان ہے
اور وہ کہتا ہے کہ یہ تیرے اور
ساتھ کے درویشوں کے لئے
ہے"

اور حضور کے اس مبارک رویا کی روشنی میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تقسیم ملک کے بعد قادیان میں مستقل مقیم احمدیوں کو درویشان قادیان کے الہامی لقب سے نوازا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

گزشتہ چند سالوں سے جبکہ درویشان قادیان اپنے محدود اور مخصوص ماحول کی وجہ سے سخت مالی پریشانی کے دور سے گزر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محترم سیٹھ صاحب کو درویشان قادیان کے لئے یقیناً رحمت کا فرشتہ بنا کر بھیجا ہے اور درویشان قادیان کی خدمت کے لئے ایک ایسا پُر خلوص جذبہ عطا فرمایا ہے کہ جس کے پیچھے صرف اور صرف آسمانی تحریک کا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چنانچہ خاکسار نے سیدی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے ارشاد کی روشنی میں ماہ مارچ ۱۹۶۲ء کے شروع میں ہی اس مبارک سفر کی تیاری شروع کر دی اور محترم سیٹھ صاحب نے میری اس درخواست کو بھی بخوشی قبول فرمایا کہ روانگی سے قبل قادیان کے بعد سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندانِ مقدس کے دوسرے بزرگان کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہو سکوں۔ چنانچہ خاکسار مورخہ ۵ مارچ کو اس مقدس سفر کے لئے حیدرآباد دکن سے روانہ ہوا۔ احباب جماعت نے بڑے ہی خلوص اور محبت کے ساتھ مجھے الوداع کہا۔ اور تقریباً ہر احمدی نے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں دعا اور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کی خواہش کی۔

حیدرآباد سے روانہ ہونے کے بعد قادیان اور ربوہ میں بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مبارک سفر کے لئے دعا کا موقعہ ملا یوں تو ہر احمدی اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہے۔ مگر اس مبارک سفر کے موقعہ پر مجھے بزرگانِ سلسلہ اور احباب جماعت کے جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا اندازہ ہوا مختلف رشتوں کی طرح بے چین ہو کر اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا اس کا نقشہ الفاظ میں کھینچنا مشکل ہے۔ اور بزرگانِ سلسلہ کی اس محبت و عقیدت کا نمونہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں۔

قادیان و ربوہ کے مقاماتِ مقدسہ میں دعا سے فارغ ہو کر خاکسار مورخہ ۱۲ اپریل کی صبح کو بمبئی پہنچ گیا۔ کیونکہ مجھے ۱۵ اپریل تاریخ کے ہوائی جہاز میں جگہ ملی تھی۔ میرے آنے سے قبل ہی مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ انچارج بمبئی تمام کارروائی کی تکمیل فرما چکے تھے۔ اور حقیقت میں میرے سفر کی ضروری کارروائی کی تکمیل کا سہرا محترم مولوی صاحب کے سر پر ہے۔ اور ہر سال مکرم مولوی صاحب کسی نہ کسی احمدی کو ضرور اس مبارک سفر پر روانہ کر کے ثواب حاصل کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میری روانگی سے ایک روز قبل مکرم محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد بھی خاکسار کو الوداع کہنے کے لئے بمبئی پہنچ گئے تھے چنانچہ بڑی بے چینی اور بے قراری کے بعد وہ رات بھی آگئی جبکہ صبح خاکسار نے دنیا کے مقدس اور محبوب ترین مقامات کی زیارت اور اپنے آقا دنیا کے محسنِ اعظم اور نبیوں کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے پرواز کرنا تھا۔ بغیر تعلّی بناوٹ اور مبالغہ کے عرض کرتا ہوں کہ ساری رات نیند بالکل نہیں آئی تاکہ رات ختم ہو اور صبح کی مبارک گھڑی آئے۔

چنانچہ بڑے ہی انتظار کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء کا وہ مبارک دن بھی آگیا جبکہ خاکسار سنت نبوی کے اتباع میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر دو رکعات نفل ادا کر کے طیران گاہ کے لئے روانہ ہوا۔ مجھے الوداع کہنے کے لئے میرے بیوی بچوں کے علاوہ محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ اور مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ انچارج بمبئی اور الحق کے ایک شیعہ کرایہ دار ایک نیک دل غیر احمدی دوست اپنی کار میں بمبئی طیران گاہ تک تشریف لائے۔ ہمارا ہوائی جہاز 707 B تقریباً بارہ بجے دوپہر روانہ ہونا تھا۔ ایک گھنٹہ قبل ہی ہم اپنے دوستوں عزیزوں سے اجازت لے کر کسٹم کی حدود میں ملے گئے چونکہ یہ سارا قافلہ ایک مقدس سفر پر روانہ ہو رہا تھا۔ اس لئے کسٹم کے عہدہ داروں نے ان پر پورا بھروسہ کر کے بغیر کسی تکلیف کے سرسری کارروائی کے بعد سب کو فارغ کر دیا۔

اس موقعہ پر خاکسار ہندوستان اور پاکستان کے ہر احمدی و غیر احمدی بھائیوں کی خدمت میں درد دل سے اپیل کرتا ہے کہ سب کو اپنی اپنی حکومت کے اس اعتماد کو برقرار رکھنا چاہئے۔ اور روانگی اور واپسی کے وقت ہم سے کسی قسم کی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہئے جس کے نتیجہ میں غیروں یا اپنوں کو اُنگلی اُٹھانے کا موقعہ ملے۔ اور ہندوستان میں تو اور بھی زیادہ اپنے قومی وقار اور اُن مقاماتِ مقدسہ کی عزت کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے جس کی زیارت کے لئے ہزاروں روپے خرچ کر کے ہم جاتے ہیں۔

ابھی روانگی میں تقریباً ۴۵ منٹ باقی تھے۔ اس وقت ہر حاجی کے منہ سے دعائیں نکل رہی تھیں اِلّا ماشاء اللہ۔ خاکسار نے روانگی سے قبل حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمت میں قادیان دعا کے لئے خط لکھنا شروع کیا۔ مگر اس وقت جذبات کا یہ عالم تھا کہ میں اس خط کو مکمل بھی نہ کر سکا کہ اُسی وقت ہمیں ہوائی جہاز میں سوار ہونے کی ہدایت مل گئی۔ چنانچہ تقریباً ایک بجے دوپہر سارا قافلہ فقیرانہ لباس میں لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک اِن الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک پڑھتے ہوئے ہوائی جہاز کی طرف روانہ ہوا۔ صرف نصف گھنٹہ کے اندر تمام مسافر اپنی اپنی جگہوں میں بیٹھ گئے۔ اور یہ دیو ہیکل ہوائی جہاز ۱۶۶ مسافروں کو علاوہ عملے کے لے کر مائل پرواز تھا۔

ہوائی جہاز میں میرا یہ پہلا سفر تھا اس لئے پرواز سے قبل مجھے تھوڑی سی گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ مگر چند منٹوں میں ہم زمین سے تقریباً اڑھائی ہزار فٹ کی بلندی سے بھی اوپر جا چکے تھے۔ اپنی پرواز کے اصلی سطح پر آنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم فضا میں کسی مقام پر کھڑے ہیں۔ شروع پرواز ہی میں ہمیں بتایا گیا کہ ہم ۲۵۰۰ میل کی مسافت صرف ساڑھے چار گھنٹہ میں طے کریں گے۔ پینے اور مشروب سے ہم کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جو کہ ہمیں ہوائی جہاز میں ہی دیا گیا تھا نماز ظہر کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ ہمیں بتایا گیا کہ صرف ایک گھنٹہ کے اندر اندر ہم جدہ پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ہم جدہ پہنچے تو ابھی وہاں ظہر کی نماز کے لئے کافی وقت تھا۔ ہر قسم کی اچانک تبدیلی کے بعد طبعی طور پر انسان حیران ہو جاتا ہے چنانچہ پاسپورٹ کے اندراج اور کسٹم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے معلم کے وکیل کے دفتر کو ڈھونڈنا بھی ایک معمہ ہوتا ہے۔ مگر جس کو ہندوستان اور پاکستان کے کسٹم اور کارروائی کا تجربہ ہو وہاں بھی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ خاکسار صرف بیس منٹ کے اندر اندر ان تمام مراحل سے فارغ ہو کر کسٹم سے باہر آگیا۔ طیران گاہ میں معلم کے اپنے مزدور ہوتے ہیں۔ اب ہر مزدور آتا تھا اور پہلے یہی سوال کرتا تھا کہ من معلمک اور نہ پھر کر چلا جاتا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے پتہ چلا کہ ہمارے معلم کے وکیل کا نام محمد مصطفےٰ بیسونی ہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد مجھے ایک مزدور کی قمیص پر معلم کے وکیل کا نام لکھا ہوا دکھائی دیا۔ خاکسار نے اپنے سامان کی پرواہ کئے بغیر بھیڑ میں سے جا پکڑا اور جلدی جلدی اپنے معلم اور وکیل کا نام لینا شروع کر دیا۔ جس سے وہ سمجھ گیا کہ یہ ہمارا آدمی ہے۔ اُس نے میرا سامان اُٹھایا اور مجھے ایک بڑے کمرے میں جا کر ڈال دیا۔ اور جب میں نے اپنے آئندہ پروگرام کے متعلق دریافت کیا تو نہایت ہی تلخی سے جواب دیا اجلس یا حاجی نا صبر یعنی حاجی صبر سے بیٹھئے۔

کچھ عرصہ بیٹھنے کے بعد خاکسار نے معلم کے وکیل کا دفتر ڈھونڈنے کی کوشش کی تو جلدی مل گیا۔ وہاں معلم کی فیس اور ٹیکس کا کرایہ ادا کرنے کے بعد خاکسار نے ایک دو بار وکیل صاحب سے جلد روانہ کرنے کی

درخواست کی۔ مگر وہ بے چارہ بھی اس قدر مصروف تھا کہ آخر اُسے بھی مزدور کے الفاظ سننے پڑے کہ ﷲ یا الحاج خاصبر۔ اور تقریباً ہر حاجی کو یہ الفاظ سننے پڑتے ہیں۔ آخر مغرب کی نماز کے صرف نصف گھنٹہ قبل مکہ شریف جانے کا انتظام ہو گیا

اس موقعہ پر خاکسار نے اکثر حاجیوں کے منہ سے ناشکری کے الفاظ سنے جو سخت قابلِ افسوس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں ہر چند منٹوں کے بعد مختلف ممالک سے ہوائی جہاز آتا ہے۔ اور اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ یہ لوگ بے بس ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی بڑی ہمت اور صبر کے ساتھ اپنے مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف حج ایک عاشقانہ عبادت ہے۔ عاشق کو اپنے معشوق کے دربار میں جاتے وقت تکلیف کا احساس نہیں ہونا چاہیئے۔

اور سچ بھی یہ ہے کہ اُس وقت اپنے محبوب حقیقی کے گھر کی زیارت کا نشہ اور سرور ایسا غالب ہوتا ہے کہ ان دقتوں تکالیف کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اور چونکہ ہندوستان اور پاکستان سے جانے والے اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو ممالک غیر اور بالخصوص ہوائی سفر کا تجربہ نہیں ہوتا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ لاہور اور دہلی کے ریلوے سٹیشنوں کی طرح ہمارے اترتے ہی قلی صاحب بلاتے ہوئے حاضر ہوں گے اور ایران۔ پاکستان ہندوستان ان تینوں ممالک کے مسافروں کا سامان بھی دیکھنے کے قابل ہوتا ہے جن کو قلی کی مدد کے بغیر لے جانا بھی ممکن نہیں ہوتا

اسلئے خاکسار کا تجربہ یہ ہے کہ حج کیلئے مخصوص لباس کے تعین میں بھی یہی حکمت ہے کہ انسان بالکل فقیرانہ وضع میں گھر سے نکلے۔ اور اس کی ظاہری حالت اور بے بسی کا یہ عالم ہو کہ اللہ تعالے کی رحمت جوش میں آ کر اس کو اپنے مخصوص مہمانوں میں شامل فرمالے اور سارے سفر میں اُس کا خود ہی کفیل بن جائے ہوائی جہاز کے مسافر کو صرف ایک ماہ وہاں رہنا ہوتا ہے۔ جس میں اکثر وقت احرام میں گذر جاتا ہے۔ صرف ایک دو ہفتوں کے لئے کپڑوں کا خاص التزام اور احتیاط کی آڑ لے کر اپنے تکلف کے ساتھ اسباب روانہ ہو کر قلی کا محتاج رہ جائے تو پھر وہ وہاں سے کیا لے کر آتا ہے۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے ان مقامات میں ایسی برکت رکھ دی ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں تو وہاں اکٹھی کر دی ہیں۔

... بس۔ ہی حاجیوں کے نزدیک اب ... میں آ گیا ہے کہ دوسرے مسلمان

بھائیوں کے لئے دوسرے ارکانِ اسلام کی طرح اس اہم رکن اسلام کا بھی نمونہ پیش کریں۔ روانگی کے وقت کم از کم ہر احمدی کا یہ عالم ہو کہ احرام کے ایک دو جوڑے اور چند جوڑے سادہ کپڑوں کے جو تکلف۔ تصنع اور ظاہری ٹھاٹھ سے منزہ ہوں ایک معمولی گٹھڑی میں باندھے ہوئے ہوں اور ایسا معلوم ہو کہ ایک مفلس بے بس بے سہارا فقیر اپنے مالک دو جہاں کے دربار میں بھیک مانگنے جا رہا ہو اور خود اُس انسان کو اپنی حالت پر رحم آ جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”خدا تعالےٰ کا جو مطلب حج کا ہے وہ اس طرح پورا نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ سالک کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاع نفس کر کے تعشق باللہ اور محبت الٰہی میں غرق ہو جائے عاشق اور محب جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دیتا ہے۔ اور بیت اللہ کا طواف اسی قربانی کیواسطے ایک ظاہری نشان ہے۔ جیسا کہ ایک بیت اللہ زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے۔ جب تک آدمی اس کا طواف نہ کرے اس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اس کا طواف کرنے والوں کو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا ابدن پر رکھ لینا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا طواف کرنے والا نزع ثیاب کر کے خدا کے واسطے ننگا ہو جاتا ہے۔ طواف عشاقِ الٰہی کی ایک نشانی ہے۔ عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا اُن کی اپنی مرضی نہیں رہتی وہ اس کے گرد اگرد قربان ہو رہے ہوتے ہیں۔“ (ملفوظات جلد سوم ...)

پس حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک ظاہری و باطنی لحاظ سے انسان اپنے اوپر ہر قسم کی بے بسی مسکنی اور عاجزی کی حالت وارد نہ کرے اُس وقت تک اُس کی روح آستانہ الٰہی کے آگے جو اصل کعبہ اور قبلہ ہے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ مگر میرا اس سے یہ بھی مطلب نہیں کہ اس رنگ میں حج کے لئے روانہ ہو کہ اس کے نان و نفقہ اور رہائش کے لئے اخراجات اور اسباب نہ ہوں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ بے جا تکلف اور مصنوعی شان داری کا رنگ غالب نہ ہو۔

الغرض چار پانچ گھنٹے کے انتظار کے بعد ہم مکہ مکرمہ کی پیاری بستی کے لئے روانہ ہوئے۔ اور صرف آدھ گھنٹے کے اندر اندر اُس مقام پر پہونچ گئے جو تاریخ اسلام میں بہت ہی اہم مقام ہے یعنی مقام حدیبیہ۔ اُس وقت مغرب کی نماز کی اذان ہو رہی تھی۔ اور اُس مقام پر متعین سرکاری ملازمین نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ ہمارے نماز کے تیار ہونے تک نماز ہو چکی تھی۔

آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ وہ مقام جہاں تقریباً پونے چودہ سو سال قبل رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نہتے ساتھیوں کو کفارِ مکہ نے اس حد کے اندر داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور حضرت عثمان رض کو سفیر بنا کر بھیج دیا گیا تھا اور اُن کی واپسی میں تاخیر کی وجہ سے یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ قریش نے حضرت عثمان رض کو شہید یا قید کر لیا ہے تو اُس وقت حضور سرورِ کائنات نے بے سروسامان صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کو بھی صحابہ کی یہ جاں نثاری اس قدر پسند آئی کہ فرمایا کہ

لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم

یعنی اللہ تعالےٰ مومنین سے بہت ہی خوش ہوا جبکہ انہوں نے (مقام حدیبیہ میں) ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر تیرے ساتھ بیعت کی تھی۔ اور جو کچھ اُس وقت اُن کے دل کی کیفیت تھی وہ خدا تعالےٰ خوب جانتا تھا (اسلئے) اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔

آج اس مقام سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں عاشقانِ محمد صلعم بلا روک ٹوک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے گذر رہے ہیں سابقہ واقعہ اور اس نظارہ کو دیکھ کر انسان کے دل سے بے اختیار یہ آواز اُٹھتی ہے کہ

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم

ریتلے میدان پر نماز ادا کرنے کے بعد ہماری ٹیکسی وہاں سے روانہ ہوئی اور مختلف مقامات پر چیکنگ کے بعد ہم وادی مکہ میں داخل ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کی وادی میں داخل ہوتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم چنیوٹ کے راستے سے ربوہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہمسارا یہ تاثر نہیں بلکہ اہل چنیوٹ سے ایک غیر احمدی ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے بھی غار ثور کو جاتے وقت ہمارے ایک احمدی نوجوان مکرم انور احمد صاحب آف ملکیت کو مخاطب کر کے کہا کہ انور! مکہ کا محل وقوع تو تمہارے ربوہ سے بالکل ملتا جلتا ہے۔

عشاء کی نماز سے پہلے خاکسار اپنے معلم حاجی عبدالصمد صاحب ساعاتی کے دفتر میں پہنچ گیا۔ ایک مسکراتے ہوئے سادہ چہرے نے جب میرا استقبال کیا تو جدہ اور راستہ کی جو کوفت تھی وہ جاتی رہی ماحول کی یکدم تبدیلی سے ایک اجنبیت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بھی دور ہو گئی۔ خاکسار کی خواہش پر کھانے سے پہلے مجھے عمرہ کے لئے لے جایا گیا۔ چونکہ خانہ کعبہ کے اردگرد مسجد حرام کی عمارت خانہ کعبہ سے اونچی ہے۔ اس لئے جب تک حرم کے اندر داخل نہ ہوں خانہ کعبہ دکھائی نہیں دیتا۔ مسنون اور مخصوص دعائیں کرواتے ہوئے مجھے ہمارے معلم کے برادرِ نسبتی محمد ابراہیم صاحب بیت اللہ کی طرف لے جا رہے تھے۔

عموماً بیت اللہ شریف کی طرف جاتے ہوئے یہ دعا کی جاتی ہے کہ

اللّٰھم ان ھذا الحرام حرمک والبلد بلدک والامن امنک والعبد عبدک جئتک من بلاد بعیدۃ بذنوب کثیرۃ و اعمال سیئۃ اسئلک مسئلۃ المضطرین الیک والمشفقین من عذابک بمغفرتک و ان تدخلنی فی فسیح جنتک جنۃ النعیم۔

یعنی اے خدا! یہ حرم تیرا حرم ہے اور یہ مبارک بستی تیری طرف منسوب ہے۔ اس میں امن محض تیری وجہ سے ہے اور یہ بندہ بھی صرف تیرا بندہ ہے جو کہ بہت دُور سے اپنے گناہوں اور اعمال سیئہ کے ساتھ تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے۔ جس طرح ایک بے قرار اضطراری کی حالت میں کسی سے سوال کرتا ہے کہ میرے پیارے خدا۔ تیرا یہ بندہ بھی تیرے عذاب اور ناراضگی سے ڈرتے ہوئے تیری رحمت اور بخشش کا طالب بن کر آیا ہے محض اپنے عفو سے قبول فرما اور اسے اپنی وسیع اور نعمتوں سے پُر جنت میں داخل فرما۔ (آمین)

اب وہ محبوب اور مبارک گھر زیب آ رہا ہے۔ جس کی زیارت کے لئے دن اور گھڑیاں گن گن کر کاٹی تھیں یہ بالکل سچ اور حقیقت ہے کہ اس موقعہ پر انسان پر بے خودی کا عالم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی روح کو آستانہ الٰہی کے آگے جھکا ہوا پاتا ہے۔ خانہ کعبہ پر

لمٹزم پڑھتے وقت، مجھے تو معلوم نہیں کہ اس دعا کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ میری تمام دعاؤں کو قبول فرمائیو! اور کون کونسی دعا میرے منہ سے نکلی۔

خانہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے ایک کمان کی شکل کا دروازہ ہے جسے باب بنی شیبہ کہتے ہیں۔ اس میں داخل ہونے سے قبل دعا سے فارغ ہونے کے بعد رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً پڑھتے ہوئے حجر اسود کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ اور جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً پڑھتے ہوئے حجر اسود کا بوسہ لینے یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کے بعد بسم اللہ اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھ کر طواف شروع کیا جاتا ہے۔

طواف کعبہ کے لئے سات چکر لگائے جاتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کے علاوہ رکن یمانی کو بھی ہاتھ لگانا مسنون ہے۔ پہلے اس طرف بھی بیت اللہ شریف کا ایک دروازہ ہوتا تھا۔ جواب بند کر دیا گیا ہے۔ سات چکروں میں عموماً جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس میں تقریباً ہر حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو انسان پر وارد ہونی ممکن ہے۔ ہر چکر کے بعد دوسری دعا کے وقت انسان ایسے محسوس کرتا ہے کہ اس کی روح پہلے سے گرم ہو گئی ہے۔ ان دعاؤں میں توحید باری تعالیٰ کے اقرار کے بعد اس کی حمد اور کبریائی اور اپنی بے بسی کا اظہار آنحضرت صلعم پر درود و سلام۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اقرار اور اس سے عفو۔ عافیت اور دائمی بخشش اور دین و دنیا اور آخرت کے لئے کامیابی کی دعائیں ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر تساہل اور بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے ان الفاظ میں دعا کی جاتی ہے۔ یہ چھٹے چکر کی دعا ہے۔

اَللّٰھم اِنّ لک عَلیّ حقوقاً
کثیرۃً فیما بینی و
بینک وحقوقاً کثیرۃً
فیما بینی وبین خلقک
اللّٰھم ما کان لک منھا
فاغفرہ لی وما کان
لخلقک فتحملہ عنی
واغننی بحلالک عن
حرامک وبطاعتک
عن معصیتک وبفضلک
عمن سواک یا واسع
المغفرۃ۔

اے میرے اللہ تیرے اور تیری مخلوق کے مجھ پر بہت ہی حقوق ہیں جن کی ادائیگی میں نہ صرف مجھ سے پہلے کوتاہی ہوتی ہے بلکہ اب بھی میں اپنی بے بسی کا اقرار کرتا ہوں (بس) اے میرے پیارے اور مہربان آقا! وہ حقوق جو تیری ذات کریم سے متعلق ہیں میری طرف سے اٹھا لے۔ اے میرے پیارے خدا۔ اے وسیع مغفرت والے آقا! اپنے فضل اور رحم کے ساتھ مجھے حرام کے مقابلہ پر حلال روزی سے اور اپنی نافرمانی اور گناہوں کے مقابلہ پر اپنی اطاعت اور خوشنودی کی زندگی عطا فرما کر اپنے علاوہ باقی تمام سے مستغنی کر دے۔ اس کے بعد ان پرکشش اور انسان کی روح کو پگھلا دینے والے الفاظ سے انسان طواف کرتے کرتے اپنے خالق اپنے مالک اور محسن کو اس کے پیارے گھر کی عظمت کا واسطہ دیتے ہوئے یاد کرتا ہے۔

اللّٰھم ان بیتک عظیم
ووجھک کریم وانت
یا اللہ حلیم کریم عظیم تحب
العفو فاعف عنی۔

اے اللہ! تیرا یہ گھر بہت ہی عظمت والا ہے۔ اور ساتھ ہی تو خود بھی کریم ہے پس اے میرے پیارے اللہ۔ تو حلیم و کریم و عظیم ہے اور اپنے بندے کی گستاخیوں اور زیادتیوں کو درگذر کرنے والا ہے پس اس عاجز کو اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے۔

ان سات دعاؤں میں سے ایک دعا بطور نمونہ درج کی گئی ہے۔ تاکہ اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ اس وقت انسان کی کیفیت کیسی ہوتی ہے پھر ہر چکر میں رکن یمانی سے حجر اسود تک یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا
حسنۃً وفی الاخرۃ
حسنۃً وقنا عذاب
النار۔ وادخلنا الجنۃ
مع الابرار یا عزیز
یا غفار یا رب العالمین

سات چکروں سے فارغ ہونے کے بعد باب ملتزم کے ساتھ چمٹ کر یہ ... عموماً یہ دعا پڑھی جاتی ہے اگر ساری دعائیں قابل ذکر ہیں۔ مگر بخوف طوالت صرف تھوڑا سا حصہ درج ذیل ہے۔

اللّٰھم انی عبدک و
ابن عبدک واقف
تحت بابک ملتزم
باعتابک متذلل بین
یدیک ارجو رحمتک
واخشی عذابک یا
قدیم الاحسان۔

یعنی اے میرے خدا! میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا تیرے پیارے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے تیرے آگے بڑی عاجزی سے تیری پناہ اور بخشش کے لئے آیا ہوں۔ اے میرے مالک تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اے قدیم الاحسان! اس عاجز پر احسان فرما)

یہ منظر بھی بڑا ہی عجیب ہوتا ہے! انسان اپنے محبوب کی طرف منسوب شدہ گھر کے ساتھ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس وقت حقیقت میں انسان اپنے آپ کو کسی اور دنیا میں محسوس کرتا ہے گویا اپنے مولا کا دامن پکڑ کر بڑی ہی عاجزی سے اس سے بخشش اور رحمت کی بھیک مانگ رہا ہے۔ باوجود سخت بھیڑ اور گرد و غبار کے اگر انسان گھنٹوں کھڑا رہے تو اسے احساس نہیں ہوتا۔ اور اپنی روح میں ٹھنڈک اور تازگی محسوس کرتا ہے۔

خدا کے پیارے گھر سے بادل ناخواستہ ہٹ کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل ادا کئے جاتے ہیں اور پھر اس مقام پر ایک جامع دعا کی جاتی ہے۔ بعد ازاں آب زمزم سیر ہو کر پینا مسنون ہے۔

خاکسار نے مطوف کے ساتھ ان تمام ارکان کی ادائیگی کی۔ مگر مطوف ان دنوں بہت مصروف رہتے ہیں۔ اس لئے اتنی جلدی یہ سب کچھ کروایا جاتا ہے کہ نو آمدہ کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کیا جا رہا ہے۔ میرے مطوف کی جلد بازی کا یہ عالم تھا کہ میں مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہی تھا کہ میرے مطوف نے جلدی جلدی یا حاجی کہنا شروع کیا۔ اور جب تک میں نے ختم نہیں کر لیا اس وقت تک یہی فقرے سنائے جاتے رہے۔ میرا یہ پہلا اور آخری طواف تھا جو کہ مطوف کی اتباع میں کیا گیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کئی طواف کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر طواف کے بعد میرے جیسے گنہگار انسان نے بھی ایک خاص قسم کا روحانی سکون اور سرور محسوس کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اس کے بعد صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں سعی کی باری ہوتی ہے۔ اس مقام پر مطوف کی جلد بازی کے نتیجہ میں پہلی دفعہ میرے پلے کچھ نہیں پڑا۔ چونکہ ان مقامات مقدسہ کی زیارت کی وجہ سے انسان ایک خوشی اور تسکین محسوس کرتا ہے۔ اس لئے دعاؤں سے ملکا یہ ہو کر جو مطوف دہرا رہا ہوتا ہے انسان ایک خاص قسم کا روحانی سرور اور لذت محسوس کر رہا ہوتا ہے ورنہ مطوف سے کم از کم وقت میں یہ سات چکر ختم کروا کے صفا اور مروہ کے درمیان ایک بڑی لمبی بازار بن چکی ہے۔ گویا اب لمبے برآمدہ میں آپ سعی کر رہے ہوتے ہیں۔ درمیان میں دو سبز ستونوں کے درمیان بھاگ کر گذرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس سے بھاگ کر گذری تھیں سعی شروع کرنے سے قبل قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

اِنّ الصفا والمروۃ من شعائر
اللہ فمن حج البیت
او اعتمر فلا جناح علیہ
ان یطوف بھما ومن
تطوع خیراً فان اللہ
شاکر علیم ہ

ان مقامات کو دیکھ کر بے اختیار انسان کہہ اٹھتا ہے کہ اِن اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کی قربانیاں اور اعمال کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا جو صرف اس کے لئے کرتے ہیں۔

ہزاروں سال قبل اللہ تعالیٰ کی ایک بندی صرف اسی کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اور اپنے معصوم بچے کو ہلاکت میں ڈالنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانی کو ایسا پسند فرمایا کہ اضطراری کی حالت میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام جن مقامات پر اسی طرح دوڑنے پر مجبور ہوتی تھیں آج تک لاکھوں کی تعداد میں بڑے سے بڑے دنیوی وجاہت والے بادشاہ اور شہنشاہ اس طرح ان مقامات پر بھی بھاگے ہوں گے۔ پھر روحانی طور پر سید الاصفیاء انبیاء اور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح ان مقامات پر سعی فرمائی۔

پس قربانی کرنے والی قوم کے لئے یہ مقامات روحانی تسلی کا موجب ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی قربانی کرنے والے فرد یا قوم کی قربانی کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا اور دین و دنیا میں عزت عطا فرمائے گا۔

قسط اوّل کے اختتام پر خاکسار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں بیت اللہ شریف کی تعمیر اور حجر اسود کو بوسہ دینے کی حکمت تحریر کرتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ

"معترضین کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں حجر اسود ایک ایسا پتھر ہے جو آسمان سے گرا تھا معلوم نہیں کہ اس اعتراض سے اس کو کیا فائدہ ہے۔ استعارہ کے رنگ میں بعض روایتیں ہیں کہ وہ بہشتی پتھر ہے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہشت میں کوئی پتھر نہیں بلکہ بہشتی نعمتیں ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ کبھی آنکھوں نے

دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ دل میں گذریں۔ اور خانہ کعبہ کا بھی نیز حجر اسود ایک روحانی امر کے لئے نمونہ قائم کیا گیا ہے اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو نہ خانہ کعبہ بناتا اور نہ اُس میں حجر اسود رکھتا۔ لیکن چونکہ اُس کی عادت ہے کہ روحانی امور کے مقابل پر جسمانی امور بھی نمونہ کے طور پر پیدا کر دیتا ہے تا وہ روحانی امور پر دلالت کریں اسی عادت کے موافق خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور عبادت دو قسم کی ہے۔ ایک تذلل اور انکساری اور دوسری محبت اور ایثار۔

تذلل اور انکساری کے لئے اس نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع میں ڈالتی ہے یہاں تک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز میں جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونوں اس عبادت میں شامل ہوں۔

اور واضح ہو کہ جسم کا سجدہ بیکار اور لغو نہیں۔ اول تو یہ امر مسلّم ہے کہ خدا جیسا کہ روح کا پیدا کرنے والا ہے ایسا ہی وہ جسم کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور دونوں پر اس کا حق خالقیت ہے۔ علاوہ اس کے اس کا جسم اور روح کا ایک دوسرے کی تاثیر قبول کرتے ہیں۔ بعض وقت جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرک ہو جاتا ہے۔ اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ جسم اور روح دونوں مرایا متقابلہ کی طرح ہیں۔ مثلاً ایک شخص جب محض تکلّف سے اپنے جسم میں ہنسنے کی صورت بناتا ہے۔ تو بسا اوقات سچی ہنسی بھی آجاتی ہے کہ جو روح کے انبساط سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسا ہی ایک شخص تکلّف سے اپنے جسم میں یعنی آنکھوں میں ایک رونے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات حقیقت میں رونا ہی آجاتا ہے جو روح کی درد اور رقت سے متعلق ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلل اور انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے۔ اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔

پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات جسم اور روح میں علاقہ متعاوضہ ہے۔ محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔ ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے۔ اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے یہ حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے (خدا تعالےٰ کا آستانہ معدن فیوض ہے۔ یعنی اس کے آستانہ سے ہر ایک فیض ملتا ہے۔ اس لئے معبرین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں حجر اسود کو بوسہ دے تو علوم روحانیہ اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ حجر اسود سے مراد منبع علم و فیوض ہے) اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولۂ عشق اور محبت کو ظاہر کرے سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں۔ زینت دور کر دیتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے۔ اور سنگِ آستانہ کو چومتا ہے۔ اور روح اس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتا ہے۔ اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتا ہے۔ اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی چومتا ہے۔

کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے۔ بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ وبس جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اُس پتھر کے لئے نہیں پتھر تو پتھر ہے۔ جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

۵ - نہ نقصان۔ مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا۔

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۱۲-۱۱۱)

(باقی - باقی)

شورش صاحب کی دماغی الجھن

(بقیہ صفحہ ۲)

مضمون لکھتے رہتے ہیں۔ اور اسے ایک طرف تو وہ اپنے لئے سرمایۂ تفاخر سمجھتے ہیں اور دوسری طرف اخبار کی دوکان بھی چمکتی رہتی ہے۔ اس لئے انہوں نے تحقیق کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی اور محض یہ امر سامنے رکھ کر کہ یہ رسالہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے خلاف ایک ۔۔ لکھ دیا

پھر جائے تعجب ہے کہ شورش صاحب نے مطبعی کے احکام کی روشنی کچھ ملاحظہ پا کر اپنے جلے دل کے پھپھولے یوں پھوڑے ہیں کہ اپنے ایک مفروضہ کو نعلاً دبہ البصیرت" کا نام دے کر حکومت کو گویا شورہ دیا ہے اور وہ یہ کہ

مرزا صاحب کی اس تصنیف سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ بانی مرحوم میں پہنچی ہے ۔ ہم یہ علیٰ دبہ البصیرت کہتے ہیں

شورش صاحب کا "علیٰ وجہ البصیرت" کی بنا پر کہنا ہے اس کے متعلق ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی دماغی اختراعات اور تصوراتی مفروضے مختلف ہیولوں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اور احمدیت کے متعلق جو کچھ ان کے تیز دماغ کا اختراع کردہ ہیولیٰ محض نفی اور نفی ہے۔ اس لئے وہ مثبت رنگ میں سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بصیرت آپ کو کہاں سے کب اور کیسے حاصل ہوئی؟ اور آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا؟ کہ حضرت مرزا صاحب کی اس تصنیف سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا؟ اگر آپ اس نسخے کو خود استعمال کرتے یا ان لوگوں سے دریافت کرتے جنہوں نے استعمال کیا ہے تب تو ایک بات بھی تھی۔ لیکن آپ نے ان دونوں باتوں پر عمل نہیں کیا اور ایک مفروضہ کہہ دیا کہ مرزا صاحب کی اس تصنیف سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

(ف - ل)

جماعت کٹھا میں یوم خلافت

کٹھا (مغربی بنگال) میں خدا تعالےٰ کے فضل سے نئی جماعت قائم ہوئی۔ اس جماعت نے یوم خلافت پر جو جلسہ کیا اس کی کارروائی درج ذیل ہے۔

مورخہ ۲۷ مئی کو مسجد احمدیہ کٹھا میں بوقت شام زیر صدارت مکرم غلام مرتضےٰ صاحب پریذیڈنٹ جماعت جلسہ یوم خلافت منایا گیا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی جبار عذار حسین صاحب نے کی۔ اس کے بعد خاکسار مولوی عبد المطلب مبلغ نصرت پور نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد پہلی تقریر مکرم مولوی جبار عذار حسین صاحب نے تاریخ خلافت کے موضوع پر کی۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران خلافت میں بعض مشکلات اور اسکے ۔۔ کا بھی ذکر فرمایا دوسری تقریر برکات خلافت کے موضوع پر خاکسار نے کی۔ اور خلافت کی برکات سے دوستوں کو آگاہ کیا اور بتایا کہ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ نے مومنوں سے خلافت کیلئے مشروط وعدہ فرمایا ہے اور پیشگوئی اسمیں جماعت مومنین پر خلافت کو قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پس ہمیں ہمیشہ خلافت کو قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ بعد دعا جلسہ برخاست ہوا۔

خاکسار عبد المطلب مبلغ کٹھا ضلع مرشد آباد

درخواستہائے دعا

۱۔ میری نواسی عزیزہ رشیدہ خاتون عرصہ سے آٹھ ماہ سے علیل ہے اور اب مرض شدید ہو گئی ہے۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ اسے صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ نیز میرا بائیں طرف کا سینہ سوج گیا ہے۔ اسمیں سختی اور ٹیس ہے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے اس مرض سے نجات عطا فرمائے

خاکسار نصیر الدین مبلغ سلسلہ

۲۔ عزیز محمد سعید صاحب آف میڈیکل کالج سیالکوٹ کی خالہ بیمار ہو کر اسی ہسپتال میں داخل ہو کر زیر علاج ہیں۔ احباب کرام مریضہ کی شفائے کاملہ و عاجلہ کے لئے خاص دعا فرمائیں۔

خاکسار سعید الدین صالح

صدر جماعت احمدیہ ا۔ زم۔ پ

لنگک

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اخبار وکیل امرتسر کا اداری نوٹ

ایک تاریخی واقعہ اور اس کی فیصلہ کن وضاحت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی کا ایک مضمون بعنوان "حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عظیم الشان خدمات اور سمجھ دار اور قدرشناس مسلمانوں کی طرف سے برملا اعتراف" ۱۸ مارچ ۱۹۶۲ء کے الفضل میں شائع ہوا تھا اس میں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے اخبار وکیل امرتسر کے اس اداری نوٹ کا بھی حوالہ دیا تھا جو اخبار مذکور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر شائع ہوا تھا۔ اس نوٹ کے ضمن میں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے اجمالاً تحریر فرمایا تھا کہ یہ مضمون غالباً مولانا ابوالکلام آزاد کا لکھا ہوا ہے جو ان دنوں اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر تھے۔ اس پر محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ایک مکتوب حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں ارسال کر کے پوری قطعیت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ فی الواقعہ وہ اداری نوٹ مولانا ابوالکلام آزاد ہی کا لکھا ہوا تھا۔ محترم شیخ صاحب موصوف کا یہ خط اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں ایک تاریخی واقعہ پر فیصلہ کن انداز میں روشنی ڈال کر اس کی قطعیت کو پورے طور پر واضح کر دیا گیا ہے۔ آپ کے اس اہم خط کا مکمل متن ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے

(ادارہ)

حضرت محترم جناب میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تین چار دن ہوئے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک مضمون شائع کراتے ہوئے تحریر فرمایا تھا کہ "یہ مضمون غالباً مولانا ابوالکلام آزاد کا تھا جو ان دنوں اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر تھے۔"

اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ نے غالباً کا لفظ احتیاطاً لکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ مضمون یقیناً اور یقیناً مولانا ابوالکلام آزاد کا ہی لکھا ہوا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دسمبر ۱۹۵۵ء میں مکرمی جناب مولوی عبد المجید صاحب سالک نے "یارانِ کہن" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں ان چند نامور مشاہیر کا تذکرہ کیا جن سے ان کو تعلق رہا۔ اسی سلسلہ میں اپنی کتاب کے صفحات ۴۲ و ۴۳ پر مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق تحریر فرمایا:-

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد پہلے پہل دہروں انسان تھے بمبئی میں آغا حشر۔ ابوالفضل آزاد اور نظیر حسین سخا کے ساتھ عیسائیوں سے مناظرے کیا کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے ایک ماہنامہ رسالہ "بلاغ" بھی نکالتے تھے۔ بن مناظروں کے سلسلہ میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا یہ مجمع ایک دفعہ تو فیصلہ ہی کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں۔ لیکن التفاتاتِ زمانہ کی وجہ سے یہ فیصلہ عمل میں نہ آسکا بہرحال مولانا ابوالکلام آزاد مرزا صاحب کے دعوئے بعثت موعود سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی کے قدردان ضرور تھے یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے۔ اور مرزا صاحب کا انتقال ان ہی دنوں میں ہوا۔ تو مولانا (ابوالکلام آزاد) نے مرزا صاحب کی خدماتِ اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے۔ اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔"

یہ کتاب احمدیت کے شدید مخالف آغا شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان نے شائع کی تھی۔ مولانا عبد المجید سالک کے اس بیان سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ "شاندار شذرہ" جس کا اکثر اخباروں اور کتابوں میں ذکر آتا رہا ہے۔ درحقیقت مولانا ابوالکلام آزاد ہی کا لکھا ہوا تھا کسی اور کا نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے صرف "شذرہ" ہی نہیں لکھا بلکہ احتراماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جنازے کے ساتھ لاہور سے بٹالہ تک آئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مولانا کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص قدر و عزت تھی۔ اور وہ ان کو بہت ادب و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ان کو عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں حقیقتاً ایک "فتح نصیب جرنیل" سمجھتے تھے۔ جبھی تو وہ سخت گرمی کے موسم میں سفر کی صعوبت اٹھا کر امرتسر سے لاہور آئے۔ اور لاہور سے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔

جب یہ کتاب یعنی "یارانِ کہن" شائع ہوئی اور دلی پہنچی تو مولانا ابوالکلام خود تو کچھ نہ بولے مگر ان کے سیکرٹری محمد اجمل صاحب خان کو سخت طیش آیا۔ اور انہوں نے مولانا سالک کو لکھا کہ اس بیان کی تردید شائع کراؤ۔ چنانچہ سالک صاحب نے مجبور ہو کر گول مول سا بیان اخبارات کو دے دیا۔ جسے پڑھ کر میں مسلم ٹاؤن میں مولانا سالک کی کوٹھی پر گیا۔ مولانا سالک بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ میں نے کہا مولانا! اینچ پینچ کو چھوڑیئے۔ اس وقت ہم دونوں اکیلے ہیں۔ ٹھیک ٹھیک بتلایئے "وکیل" کا شذرہ درحقیقت کس کا لکھا ہوا تھا؟ مولانا سالک نے فرمایا کہ "میاں مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ تم ادیب ہو خود دیکھ لو کہ وہ شذرہ کس کا لکھا ہوا ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا اگر یہ بات تھی تو پھر آپ نے اخبارات میں تردید کیوں شائع کرائی؟ اس پر مولانا سالک نے بڑی صفائی سے جواب دیا کہ مولانا آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری نے مجھے تردید کے لئے لکھا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسلام کی خاطر میاں کو کیوں اٹھا دوں۔ اور مجھے اس دنیا میں رہنا اور مولانا آزاد سے تعلقات رکھنے تھے اس لئے میں نے تردید شائع کرا دی۔ ورنہ حقیقت تو اپنی جگہ ہے اور جو شخص بھی مولانا آزاد کی طرزِ تحریر سے واقف ہے وہ فوراً دیکھتے ہی کہہ دے گا کہ یہ کس کی تحریر ہے۔

اس بات سے تو آج تک کوئی شخص انکار نہیں کر سکا کہ اخبار وکیل میں شذرہ اس وقت لکھا گیا جب مولانا آزاد اس کے ایڈیٹر تھے۔ کہا صرف یہ جاتا ہے کہ یہ کسی نائب ایڈیٹر نے لکھا تھا۔ مگر یہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ اس شذرہ کی طرزِ تحریر خاص الخاص ابوالکلام کی ہے۔ کسی اور کی ہرگز نہیں۔ دوسرے خود مولانا ابوالکلام نے اس کی تردید کر دی ہے۔ کہ اخبار میں ان کے سوا کوئی اور بھی نائب ایڈیٹر تھا۔ چنانچہ مولانا آزاد اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں:-

"میں نے (اخبار وکیل کی) ایڈیٹری کی پوری ذمہ داری قبول کر لی۔ اس زمانے میں "وکیل" ہفتہ میں تین بار نکلتا تھا۔ اور دفتر میں بجز ایک مترجم اخبار کے اور کوئی مددگار نہ تھا۔ اس مترجم کا بھی یہ حال تھا کہ بلا نگرانی اور اصلاح کے اس مترجم کی لکھی ہوئی ایک سطر بھی اخبار میں درج نہیں کی جا سکتی تھی۔ اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل سے لے کر جزوی مواد تک سب گویا تن تنہا ہی مرتب کرنا پڑتا تھا۔"

(ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی۔ مرتبہ عبد الرزاق ملیح آبادی مطبوعہ چٹان پریس ۱۵ / مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۰)

میرے خیال میں اب یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے ہو گیا کہ وکیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقع پر جو شذرہ شائع ہوا تھا وہ کس کا لکھا ہوا تھا؟ اندرونی تحریری شہادتوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ وہ شذرہ مولانا ابوالکلام آزاد کے اپنے قلم کا لکھا ہوا تھا کسی نائب یا مددگار کا نہیں تھا۔ اس وقت کوئی مددگار یا نائب دفتر وکیل میں تھا۔ بلکہ اخبار کا سارا کام من اولہٖ الیٰ آخرہٖ خود مولانا آزاد کو کرنا پڑتا تھا یعنی مولانا ابوالکلام آزاد وکیل کی ایڈیٹری کے وقت خود کوزہ۔ خود کوزہ گر اور خود گلِ کوزہ کا مصداق تھے۔ اگرچہ دس ہزار ابوالکلام آزاد بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف کریں۔ تب بھی آپ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر واقعہ کو واقعہ کی طرح سے تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور بے جا تاویلیں گھڑ کر اصل حقیقت کو چھپانا نہیں چاہیئے۔

اگر آں محترم چاہیں تو میری اس تحریر کو عام معلومات کے لئے اخبار میں بھی چھپوا دیں۔ والسلام مع الاکرام۔

راقم شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
ایڈیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم
لاہور ۲۰/۳/۶۲

اعلانِ دعا

سید زہیر الدین احمد دانا پور چشنہ بار تو وہی بیمار ہیں اور ان کی ایک بھتیجی نواسی سخت بیمار ہے۔ دونوں کی صحت و عافیت کے لئے احباب جماعت منصوصاً سے دعا فرمائیں۔

خاکسار
مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ
قادیان

شوکت تھانوی مرحوم اور احمدیت!

از مکرم خواجہ عبد الحمید صاحب ڈار جنرل سیکرٹری جماعتہائے احمدیہ کشمیر

دنیائے اُردو ادب کو تک لگ ۴۰ سال تک زعفران زار بنانے والے شوکت تھانوی صاحب آج مرحوم ہیں۔ وہ اُردو لٹریچر میں اپنی مزاحیہ نویسی سے مکمل اور انمٹ چھاپ چھوڑ گئے۔ وہ روتوں کو ہنسا کر خود بھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ لیکن نہیں وہ تو زندہ جاوید ہیں۔ آپ غم و الم کی وجہ سے کتنے ہی افسردہ کیوں نہیں۔ آپ کتنے ہی سنجیدہ سہی۔ شوکت صاحب کی کوئی کتاب ہاتھ میں اُٹھا کر اس کا پہلا صفحہ اُلٹیے۔ آپ نے ریڈیو لگایا ہے۔ اور شوکت صاحب کے "قاضی جی" کا صرف نام سُنا ہے یا صرف شوکت صاحب کا اپنا نام سُنا ہے۔ تو یقین جانیے کہ آپ کا پژمردہ چہرہ کھِل اُٹھے گا۔ آپ کا غم و الم اور افسردگی چھٹ جائے گی۔ اور اس کے بدلے ہلکے ہلکے تبسم کی آپ کے ہونٹوں پر اجارہ داری ہو گی۔ اُردو ادب میں شوکت صاحب جیسے چوٹی کے زندہ دل ادیب چند سہی۔ لیکن انہوں نے ایک منفرد رنگ سے جو سرمایہ اردو ادب کو بخشا ہے وہ اُن کا نام تاریخ اردو ادب میں زندہ جاوید بنانے کے لئے کافی ہے۔ شوکت صاحب نے اردو ادب میں صاف ستھرا اور زندگی بخش مزاح کا اضافہ کیا۔ اور اُن کا مزاح آبِ حیات ہے۔ وہ بھونڈے پن اور سوقیانہ پن سے یکسر پاک ہے۔ اُن کا مزاحیہ لٹریچر اس شعر کی عملی تفسیر ہے ؎

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مُردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

شوکت تھانوی ایک غیر جانبدار ادیب تھے۔ انہوں نے اپنے قلم کے ذریعہ کسی بھی مذہب خیال کی تبلیغ نہیں کی۔ جیسا کہ آجکل کے ادیبوں کا خاصا ہے کہ کسی نہ کسی ازم کی اپنے ادب یا شاعری کے ذریعہ پرچار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن شوکت صاحب کی ذات کو آپ اس طرح ملوث نہیں پائیں گے بلکہ انہیں زندگی کے سیدھے اور سادے سے بڑھ بات کہ محض انسانیت کی ہمہ گیر ترقی کے لئے اپنے اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہوئے پائیں گے۔ جس ازم اور جس مسلک میں بھی انہیں خوبی نظر آئی وہ اُسے اپنے ادبی مذاق کے ذریعہ انسانیت کی ہمہ گیر تعمیر کے لئے پیش کر گئے۔ قادیان اور احمدیت کے ساتھ ان کا جو اتفاقی تعلق پیدا ہو گیا تھا اُس کے ناطے انہوں نے تحریک احمدیت کو تنقید کی نظروں سے بھی اور بہت قریب جا کر بھی دیکھا۔ اور ایک غیر جانبدار ادیب اور بے باک نقاد کی حیثیت سے انہوں نے ہمارے سلسلہ کے متعلق کیا رائے قائم کی۔ یہ انہی کی زبان سے سننے کے لائق ہے۔ اپنی خود نوشت سوانح حیات جس کا نام بھی انہوں نے اپنے خاص ذوق کے مطابق "مابدولت" رکھا ہے کے صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ پر "پنجاب کا پہلا سفر" کے عنوان کے تحت یہ فرماتے ہیں:۔

"کسی کو کلکتہ اور بمبئی دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ کسی کو کشمیر جنت نظیر کی زیارت کی تمنا مگر ہم کو نامعلوم کیوں ہمیشہ لاہور دیکھنے کی تمنا تھی۔ بچپن ہی سے لاہور میں ہمارے لئے جانے کیا کشش تھی کہ ہمیشہ لاہور جانے کو دل چاہا۔ مگر یہ آرزو بھی پوری نہ ہو سکی۔ مگر جب اس قسمت کے یہ آنے کا وقت آیا تو اچانک پوری بھی اس طرح ہو گئی کہ گمان تک نہ ہو سکتا تھا۔ ایک دن ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے فرمایا چلتے ہو "پنجاب"؟ دل نے کہا لبیک اور پھر پوچھو کہ وہ بھاوج صاحبہ (مسز محمد عمر) کو لینے جا رہے تھے۔ اور ارادہ تھا کہ راستہ میں قادیان بھی ٹھہریں گے چنانچہ ہم ان کے ہمرکاب ہو گئے۔ امرتسر پہونچ کر ہم لوگ قادیان کی طرف مڑ گئے۔ قادیان پہونچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔ پھر بھی تمام دن قادیان میں گزرا۔ قادیان کے مختلف جلسے سرسری طور پر دیکھے بہشتی مقبرہ دیکھا۔ اخبار الفضل کے دفتر گئے۔ قاضی اکمل صاحب سے ملے اور سہ پہر کو یہ سن کر کہ آج ہی حضرت صاحب ڈلہوزی سے شملہ جاتے ہوئے امرتسر سے گزریں گے۔ ہم لوگ واپس امرتسر آ گئے۔ اور امرتسر میں حضرت صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ خیال تھا کہ ہم کو دیکھتے ہی احمدیت کی تبلیغ شروع کر دیں گے۔ ہم کو بیعت کی دعوت دی جائے گی۔ اور ہم جب انکار کریں گے تو ڈاکٹر صاحب کو ہدایت دی جائے گی کہ ان کو جماعت کا لٹریچر پڑھنے کو دیا جائے۔ مگر نہ وہاں احمدیت کا ذکر تھا نہ بیعت کا کوئی سوال۔ نہ کوئی ایسی بات جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ہم کو غیر احمدی سمجھا جا رہا ہے اور احمدی بنانے کی تحریک ہو رہی ہے۔ بلکہ ہمارے اس سے حضرت صاحب نے کچھ ادبی اور کچھ شاعرانہ گفتگو چھیڑ دی تاکہ ہم کو دلچسپی ہو سکے سب نے مل کر ریفرشمنٹ روم میں ہندوستانی کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت صاحب شملہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس پہلی ملاقات میں اُن کی گفتگو کا رُخ زیادہ تر سیاسیات کی طرف تھا اور ہم صرف یہ اندازہ کر سکے کہ اُن کی مذہبی حیثیت تو درکنار ان کی سیاسی حیثیت بھی بلند ہونا ہے۔ جو عمیق نظر ان سیاست کی باریکیوں پر پڑ رہی تھی وہ صرف ایک مشاق ماہر سیاست کی ہو سکتی تھی۔ ادبی معاملات میں جو گفتگو آپ نے فرمائی وہ خالص ادبی رنگ سے ہوئی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک سمجھا ہوا ادیب یہ باتیں کر رہا ہے۔ ان تمام باتوں نکلے شعر و نگاہ بھی بخشی تھی۔ لبوں پر تبسم اس انداز میں اٹکا تھا کہ غالباً اپنی باتوں کو غیر احمدی قادیانیوں کی جادوگری کہتے ہیں۔"

شوکت صاحب ایک جرنلسٹ۔ ایک ادیب۔ ایک شاعر۔ ایک نقاد کی حیثیت سے زندگی کے دن بسر کر رہے تھے۔ احمدیت کو انہوں نے نزدیک دور سے ان تمام حیثیتوں سے دیکھا اور پرکھا۔ اور آخر وہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گئے کہ تحریک احمدیت اسلام کی حقیقی ترجمان ہے۔ اور اس رائے کو انہوں نے بلا کسی جھجک کے ظاہر کیا۔ بلکہ وقتاً فوقتاً جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام منعقد کئے گئے جلسہ سیرت النبیؐ میں اکثر شرکت فرماتے رہے۔ لیکن صحافت اور ادب میں کردار اور رائے کی یہ دیانتداری انہیں صحافی یا ادیب حضرات کی طرح مہنگی پڑی۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے نیک اور خلوص بھرے خیالات کا ہمارے سلسلہ کے متعلق اظہار فرمایا۔ علامہ نیاز فتحپوری نے بھی جب ہماری تحریک پر بے لاگ تبصرے فرمائے تو انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا گیا۔ حتیٰ کہ اس حد تک بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا گیا کہ اُن پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انہوں نے محض جماعت احمدیہ کے اندر (جو ایک مہذب اور تعلیم یافتہ جماعت ہے) نگار کی خریداری اور اشاعت بڑھانے کے لئے . . . .

. . . .

اس جماعت کی حمایت میں قلم اُٹھایا ہے۔ لیکن یہ تنگدل اور قابل رحم معترضین یہ بات بھول رہے ہیں کہ تحریک احمدیت ایک خدائی تحریک ہے۔ اگر اہل قلم حضرات اور اہلِ دانش اس تحریک کا جائزہ لینے کی راہ میں نکلیں (حالانکہ مشیت ایزدی کے مطابق انہوں نے ضرور اس کی حمایت کرنی ہے) یہ تنگ نظر حضرات اگر تمام فرعونی اور نمرودی منصوبوں کو ملا کر بھی احمدیت کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیں گے تو احمدیت کا تابناک سورج انہیں پگھلا کر رکھ دے گا۔ اور وہ خود بخود شرم سے پانی پانی ہو کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ سرور کائنات محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لے کر نکلی ہے۔ کس کا ہے جو اسلام میں وہ کچھ پیدا کرنے کی جرأت پیدا کر سکے۔ احمدیت کے بازو اس سلسلہ میں آزمائے ہوئے ہیں۔ اس تحریک میں خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ بلا جھجک ہوا جا رہا ہے کہ لاکھ اسے مروڑیئے۔ لاکھ اسے کچلنے کی نازیبا حرکت کیجیئے، لیکن آخر نشتر مشیت کے سوا کچھ نہ بنیگا

اور اب کرنیوالے صرف اپنے ہاتھ ملتے رہ جائینگے اور آئندہ احمدیت کو ہی حقیقی اسلام کی ترجمانی تسلیم کرینگے۔ احمدیت کی فطرت سے صرف اللہ جیکھا ہے اس نے تھی وہنا گر اور انہیں کس کیونکہ اسکے ساتھ تائید ایزدی کا زبردست ہاتھ ہے اور روح القدس اس کی حمایت پر کمربستہ ہے احمدیت ہی رہیگی رب کعبہ کی قسم۔

ہاں تو میں شوکت تھانوی مرحوم کے اُن تاثرات کا ذکر رہا تھا جو اُنہوں نے ہماری تحریک کے متعلق کئی بار اظہار فرمایا تھا اور جو انکو جنگی پڑی لیکن جو رائے اُنہوں نے خلوص دل سے قائم کی تھی۔ وہ ملاؤں کے تشدد سے دب کر نہیں بدلی۔ وہی رائے بہتر کی لکیر ثابت ہوئی۔ اُنہوں نے مخالفت کے ڈر سے یہ نہیں فرمایا کہ صاحب مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے معاف کیجئے۔ میں احمدیت ایسی مادی کمالات سے غریب جماعت کے لئے آپ لوگوں سے اُلجھنا نہیں چاہتا بلکہ اُنہوں نے صداقت اور ادب کی دیانت کو آخری دم تک نبھایا: اُن کے ساتھ وہی سلسلہ جو کیا تھا یہ اُنہی سے سنئیے۔ "بابہ دولت" کتاب کے نسخہ (۷) اپر شوکت تھانوی مرحوم بار "وندا نہیں گردش گردش زندہ جاوید رہے" عنوان سے رقمطراز ہیں۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر سال جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تھا۔ اور ہر جلسہ میں ہم ایک آدھ نظم پڑھا کرتے تھے۔ مسلسل چار سال تک ہم نے جلسہ میں نظمیں پڑھیں۔ اور ایک جلسہ میں کسی قسم کا کوئی اختلافات نہ تھا مگر ہم بڑے مبارک قدم واقع ہوئے یعنی جہاں اور جس معاملہ میں ہمارا دخل ہو جائے پر خیریت ذرا مشکل ہی سے نظر آتی ہے۔ چنانچہ جس جلسہ کا ذکر ہم کر رہے ہیں ہمیں اس کے لئے صدر ہم کو منتخب کیا گیا تھا۔ اور لکھنؤ میں اس جلسہ کے خلاف یہ پروپیگنڈہ ابتدائیہ ہوا کہ یہ جلسہ برقع اہل اسلام کے یہ دراصل اپنی تبلیغ کرتے ہیں داعی تبلیغ ہیں تو آنحضرتؐ کی حکومت تمام دنیا پر قائم کرنے کے لئے ہی کرتے ہیں۔ (راقم) اسلام کی چالاکیوں کو مسلمان سمجھتے نہیں۔ لکھنؤ والوں کے جیب چلنے جاتے ہیں کہ یہ جلسہ سیرت ہے مگر ہم پر اس پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہ تھا۔

ہمارے پاس بہت لوگ آئے بلدار ہم کو منع کیا کہ ہم اپنی رائے پر قائم رہے مگر یہ ذکر رسولؐ ہے اور ذکر رسولؐ کی مخالفت کی طرف سے منع ہو۔ ہر مسلمان کے لئے باطنت کشش ہونا چاہئیے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر اب اس اختلاف کی کیا وجہ پیدا ہو گئی۔ اسکے پہلے بڑے بڑے لالہ لوگ بڑے بڑے احمدی علماء نے ان جلسوں میں شرکت کی تھی۔ غیر مسلم مقرر ان میں سرور دو عالمؐ کی زندگی پر اپنے خیالات پیش کرتے تھے بالخصوص اور سنی علماء ہر مرتبہ شریک ہوتے تھے مگر اب اس جلسہ کو ایک احمدی کا صدر کا آئینہ دار سمجھ لیا گیا تھا۔ ہر صورت ہم نے کسی کی ایک نہ سنی اور صدر جلسہ کی صدارت کرنے مقررہ وقت پر لکھنؤ پہنچ گئے۔

پہنچ گئے۔ اس وقت بھی ہال کے دروازے پر ایک قسم کی کشمکش ہو رہی تھی۔ لوگوں کو جلسہ کی شرکت سے روکا جا رہا تھا مگر لوگ آ رہے تھے۔ اور جلسہ میں حاضرین کی تعداد کافی تھی ہم نے ایک مختصر خطبہ صدارت کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ مگر حاضرین جلسہ میں بہت سے حضرات اس غرض سے آئے تھے کہ جلسہ میں ابتری پیدا کریں چنانچہ ہال کے اندر ہی کچھ لوگوں نے شور و غل شروع کر دیا۔ ہم نے ایک مختصر تقریر میں لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کی۔ آپ حضرات یا تو یہیں کی خاموشی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ تماشہ کے وقت میں یہ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے والا ترانہ نہایت ادب سے کھڑے ہو کر سنتے ہیں مگر اس وقت شہنشاہ دو عالم کا ذکر ہو رہا ہے اور آپ اس کو سننا تو درکنار دوسروں کو بھی سننے دینا نہیں چاہتے۔ فرض کر لیجئے یہ جلسہ احمدیوں کا ہے مگر ذکر کس کا ہو رہا ہے جن کے نام لیوا آپ بھی ہیں۔ اور وہ یہ آپ نے لیکن کب سے ہے۔ گویا احمدیوں کی ضد میں آپ ان کی بغاوت کر رہے ہیں۔ جو آپ کے بھی سرور ان الفاظ کا بھی بہت کم لوگوں پر اثر پڑا اسلئے وہ لوگ بھی ہلکے آئے تھے جلسہ میں ابتری پیدا کر ہی گئے رفتہ رفتہ ہی ذریعہ جلسہ کے باہر بہت کافی ہجوم ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے نعرے بلند کرنا شروع کئے جو جماعت احمدیہ کے خلاف تھے۔ مگر اس کے باوجود جلسہ کی کارروائی جاری رہی مگر باہر کے شور و غل کا اثر اب ہال کے اندر بھی پہنچنے لگا۔ آخر جلسہ ہی سے ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جناب صدر سے بستر عا کروں گا۔ وہ جلسہ کی کارروائی ختم کر دیں۔ اسلئے کہ ہم کو ذکر حبیبؐ سننے کے لئے جن کانوں کی ضرورت ہے وہ یہاں حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اس آواز کی تائید لوگوں نے بھی کی۔ اسوقت باہر سے پھر ایک طوفان اُٹھا۔ اب جو نعرے بلند ہو رہے تھے وہ اس خاکسار کے متعلق تھے "شوکت تھانوی مردہ باد" ادھر سے کچھ لوگوں نے نعرہ بلند کیا "شوکت تھانوی زندہ باد" اسلام میرا اللہ لئے۔ ہم کو ان دونوں میں سے کسی کے شور پر عمل کرنا چاہیے لوگوں نے ہم کو مشورہ دیا کہ آپ پشت کے دروازے سے نکل جائیے مگر ہم نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور اس وقت اپنے دل میں بلا کی جرأت پیدا کر کے ہم صدر دروازہ ہی سے باہر نکلے جہاں وہ دروازہ پر لوگوں کی ایک بہت بڑی بھیڑ ہمارے خلاف نعرے بلند کر رہی تھی۔ مگر ہمارے نکلتے ہی دو قسم کے نعرے شروع ہو گئے "شوکت تھانوی مردہ باد" اور "شوکت تھانوی زندہ باد" اور ہم اس طوفان سے گذر کر سواری تک آئے۔ بانیان جلسہ نے اس دوران پولیس کو اپنی حفاظت کا اور یہ سمجھ کر اس مجمع سے گذر رہے تھے کہ غیر احمدی ان بی حضرات کو گھائل نہ دیکھئے۔ ایک صاحبزادے کچھ حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تھے تو ان ہی کے چند ساتھیوں نے اُن کو روکا۔ اور بخیریت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو پیغامات

(۱) احباب کے نام: — اضافہ چندہ کیلئے

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ۔ اور خدا کی رحمت کو کھینچو۔ کیونکہ جتنا تم چندہ دو گے اس سے ہزاروں گنا تمہیں ملے گا۔ اور دنیا کی ساری دولت کھینچکر تمہارے قدموں میں ڈال دی جائے گی جس کے متعلق تمہارا فرض ہو گا کہ سلسلہ احمدیہ کے لئے خرچ کرو۔ تاکہ دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ بھیجے جاسکیں۔ اور ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے۔ اور دنیا کی ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ کو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہو گی۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں"۔

(۲) عہدیداران جماعت کے نام: بقایا داران اور کم شرح افراد کی اصلاح کیلئے

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندگان کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں ان کی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ پس میں تمام امراء اور سیکرٹریانِ جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے۔ تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں"۔

احباب جماعت و عہدیداران کرام اپنے پیارے امام کے پیغام کو پڑھ لیں اور اس کے جواب میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر کے دینی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

جملہ امراء۔ صدر صاحبان۔ مبلغین کرام۔ سیکرٹریانِ مال اور احباب جماعت سے اسبارے میں خاص کوشش و تعاون کی درخواست ہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے وعدوں کو پورا ہونے میں ہمارا بھی ہاتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے فرض شناسی اور حضور کے ارشاد پر لبیک کہنے کی عملی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

مجھ سے گذر کر آگے گئے۔ مگر میرا اس ہنگامہ کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ اور سب سے زیادہ پریشان تھے مگر ہم نے تجربہ کی خبر سب کو مطمئن کر دیا کہ بحمد اللہ خیریت سے ہیں اور میرے تمام اعضاء صحیح و سالم ہیں۔ اس سے قبل ہی اس بات کی شہرت تھی کہ شوکت تھانوی قادیانی ہے۔ یہ تو کر برادران محترم ڈاکٹر محمد عمر صاحب مولوی محمد عثمان صاحب، ڈاکٹر محمد زبیر صاحب اور انہی کی حقیقی بہنیں سعیدہ ہیں۔ چنانچہ یہ عام طور پر قیاس تھا کہ ایک احمدی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں کیسے آ سکتی ہے اس لئے کہ احمدی حضرات غیر احمدی لڑکی بیاہ کر لاتے ہیں مگر غیر احمدی

کو دیتے نہیں۔ اس کے علاوہ ہم نہ جانے کتنے مرتبہ جا چکے تھے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل چکے تھے۔ ان کے یہاں دعوت کھا چکے تھے۔ بعض احمدی مساعی پر مضامین لکھ چکے تھے۔ ان تمام حالات کے ہوتے ہمارے احمدی ہونے کی خبر گرم تھی اس کو جھٹلایا تو نہیں جا سکتا۔ خواہ وہ کتنی غلط کیوں نہ ہو۔ جلسہ سیرۃ کے جلسہ کے بعد تو اس روایت پر گویا تصدیق کی مہر بھی لگ گئی اور اب ہمارے احمدی ہونے کا ان سب کو یقین ہو گیا جو اب تک مشکوک تھے۔ ہم سے جس کسی نے بھی پوچھا ہم نے یہی کہا

دیا کہ حضرت مسیح موعود ... ہم آپ سب ... مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ... (بقیہ ناقابل خواندگی)

خبریں

نئی دہلی ۱۷ رجون معلوم ہوا ہے کہ مرکزی ڈپٹی وزیر خوراک مسٹر اے۔ ایم تھامس نے آج کانگریس پارلیمنٹری پارٹی کی ایگزیکٹو کمیٹی کی میٹنگ میں بتایا کہ آئندہ ماہ کے دوران مختلف صوبائی سرکاروں کو کافی کھانڈ مہیا کر دی جائے گی۔ مسٹر تھامس نے مزید بتایا کہ مرکزی سٹاک سے ہر ڈویلا کو ٹن کھانڈ ریلیز کی جایا کرے گی علاوہ اگر کسی صوبہ میں کھانڈ کی سپلائی کے سلسلہ میں کوئی خاص دقت محسوس ہوئی تو کرائسیس پر قابو پانے کے لئے ایسے صوبہ کو کھانڈ کا پیشگی کوٹہ دے دیا جائے گا۔ آپ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ کھانڈ مارکیٹنگ کو اولین ترجیح دی جائے گی۔

ماسکو ۱۷ رجون۔ دنیا کی پہلی خلا باز خاتون کماری ویلنٹینا ترشکوا جہنیں کل خلاء میں بھیجا گیا تھا آج دوپہر تک زمین کے گرد ۱۸ چکر پورے کر چکی تھی وہ رات کو اچھی طرح سوئیں اور کہ وہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ انہوں نے دن کا پروگرام جسمانی کسرت سے شروع کیا۔ انہوں نے اب تک ۲ بار کھانا کھایا۔ ان کے خلائی جہاز کے تمام آلات ٹھیک ٹھاک کام کر رہے ہیں روس کے پانچویں خلا باز لفٹننٹ کرنل بائیکو وسکی بھی زمین کے گرد مسلسل چکر لگا رہے ہیں۔ ان کی خلائی پرواز کا آج چوتھا روز تھا انہیں شکروار کو خلا میں بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں کے خلائی جہاز ایک دوسرے سے ۳ میل کی دوری پر ہیں۔ کماری ترشکوا کا جہاز قدرے بلندی پر ہے جہاں سے زمین کے گرد ۱۳۸۸ منٹ میں چکر لگاتا ہے جبکہ لفٹننٹ کرنل بائیکووسکی کا خلائی جہاز ۸۸ منٹ میں زمین کا چکر پورا کرتا ہے۔ دونوں میں ریڈیائی رابطہ قائم ہے اور ان دونوں نے ملی جلی رپورٹ روسی سائنسدانوں کو بھیجی ہیں۔ ایک اور اطلاع ہے کہ برطانیہ کی ملکہ الزبتھ نے کماری ترشکوا کو خلا میں کامیابی سے بھیجے جانے پر روسی سرکار کو مبارکباد کا تار بھیجا ہے۔ اور ان کی خلائی اڑان کی کامیابی کی دعا کی ہے۔ شام تک کماری ترشکوا کو خلا میں پرواز کرتے ہوئے ۲۵ گھنٹے ہو گئے تھے۔ ان کا بائیکو وسکی کے خلائی جہاز کے ساتھ برابر رابطہ قائم ہے انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

ماسکو ۱۷ رجون بھارت کے پردھان منتری پنڈت نہرو نے ایک خاتون کو کامیابی سے خلاء میں بھیجنے پر روسی سرکار کو مبارکباد کا پیغام بھیجا ہے۔ انہوں نے یہ پیغام روسی خبر رساں ایجنسی طاس کے نمائندوں کی وساطت سے بھیجا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ایک عورت جس طرح خلاء بازوں کے گروپ میں شامل ہوئی ہے۔ اس سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ مسٹر نہرو نے اپنے پیغام میں خلائی ریسرچ میں اس نئی پیشقدمی پر کماری ترشکووا اور روس کو مبارکباد دی ہے اور کہا ہے کہ خلائی سفر میں پیشقدمی کچھ اس تیزی سے جاری ہے کہ ہمارے تمام نارمل تصورات کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ اب ایک نئی دنیا دھیرے دھیرے ابھر رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں ہمارے معاملات اور حد بندیوں کی اہمیت گھٹتی جا رہی ہے ہمیں خواہش ہے کہ نئی دنیا امن اور خوشحالی کی ضامن ہوگی۔

نئی دہلی ۱۷ رجون پتہ چلا ہے کہ وزیر داخلہ شری لال بہادر شاستری نے آج پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کی ایگزیکٹو کمیٹی کی میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جنگی کوششوں کو بڑھاوا دینے کے لئے ہنگامی حالت لازمی طور پر جاری رہنی چاہئے۔ پارٹی کے ترجمان نے اخباری نمائندوں سے کہا کہ وزیر داخلہ نے میٹنگ میں بتایا کہ ہنگامی حالات جاری رکھنے کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ شری شاستری نے بتایا کہ دیش میں اچھا نفسیاتی ماحول پیدا ہوا ہے۔ پیداوار میں اضافہ ہو گیا ہے۔ صوبائی سرکاروں نے دیش میں پر امن حالات کی وجہ سے مالیہ کا جو روپیہ اکٹھا کیا ہے وہ ایک ریکارڈ ہے دفاعی کوششیں بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہیں۔

نئی دہلی ۱۷ رجون۔ ۸۰ چینیوں کا ایک دستہ جس کے پاس ۸۰ یا اس سے زیادہ گھوڑے تھے ۳ رجون کو لداخ میں ریزانگر کے مقام پر بھارتی علاقہ میں گھس آیا۔ اور اشتعال انگیز مظاہرہ کیا۔ ریزانگر سپنگر رجیل کے ذکن میں ہے۔ بھارت سرکار نے بھارتی علاقہ میں جارحانہ طور پر گھس آنے کے اس واقعہ کے خلاف چین سے شدید پروٹسٹ کیا ہے۔ یہ علاقہ چین کی ۱۹۵۹ء کی عملی قبضہ کی نام نہاد سرحد سے پرے ہے۔ یہ پروٹسٹ مراسلہ آج شائع کیا گیا۔ مراسلہ میں کہا گیا ہے کہ ایک طرفہ جنگبندی کی شرائط کے مطابق چینی فوجیں اپنے ہی قائم کردہ ۲۰ کلو میٹر کے غیر فوجی خطہ کے آگے کے علاقوں میں گھس رہی ہیں۔ ایسا کر کے وہ صرف اپنی یکطرفہ جنگ بندی اعلان کی خلاف ورزی نہیں کر رہی ہیں جن کے بارے میں وہ بلند بانگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہوں نے وہ اصولی طور پر منظور کر لی ہیں یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ چین سرکار پر کسی اصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بھارت سرکار نے پھر چین سرکار سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جارحیت اور ڈرانے دھمکانے کی چالوں کو ترک کر دے اپنے طور طریقوں کی غلطی کا احساس کرتے اور امن کے راستہ پر آئے۔

نئی دہلی ۱۷ رجون۔ برسٹل کے چڑیا گھر کے منتظمان نے مہاراجہ ریوا سے سفید شیروں کا جوڑا خرید لیا ہے۔ ۲۲ رجون کو ہوائی جہاز کے ذریعے دہلی سے لندن پہنچایا جائے گا۔ برسٹل چڑیا گھر کے ایجنٹ نے بتایا ہے کہ یہ شیر جب لندن پہنچیں گے تو ملکہ الزبتھ انہیں قبول کریں گی۔ انہیں بکنگھم محل میں ۱۵ روز رکھنے کے لئے خاص پنجرہ بنایا گیا ہے۔ مہاراجہ ریوا کے پاس ۸ سفید شیر اور شیرنیاں ہیں۔ بھارت سرکار نے مہاراجہ ریوا کو دو جوڑے غیر ممالک میں فروخت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور دو جوڑے تحفے کے طور پر دہلی کے چڑیا گھر کو دیئے برسٹل کے چڑیا گھر کو شیروں کا جوڑا دیا ہے۔ اس پر انہیں ایک لاکھ روپے ملے ہیں

شملہ ۱۷ رجون۔ سائنسی ریسرچ کے وزیر پروفیسر ہمایوں کبیر نے یہاں طبقات الارض کے ماہرین کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمالیہ کا سروے آئندہ ۱۰ سالوں میں ضرور سروے کیا جانا چاہئے۔ پہلا سروے تین برسوں اور دوسرا تقریباً دس برسوں میں مکمل کیا جائے۔ ہمالیہ کے تقریباً ۲ لاکھ مربع میل علاقہ کا ابھی تفصیلی نقشہ مرتب نہیں ہو سکا۔ موجودہ سنکٹ میں اقتصادی اور دفاعی اعتبار سے تفصیلی سروے کی جلد ضرورت ہو گئی ہے۔ صدیوں تک ہمالیہ کو قدرتی محافظ سمجھا جاتا رہا لیکن جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ نظریہ اب صحیح نہیں رہا۔ مغربی ملکوں میں پہاڑوں کے متعلق ریسرچ کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور بھارت میں بھی بہت کچھ کیا جانا چاہیئے۔

ماسکو ۱۷ رجون۔ روسی حلقوں نے بتایا ہے کہ ویلری بیکو وسکی پانچویں سوویٹ خلا باز کی حیثیت سے زمین کے گرد ۵۰ سے زیادہ چکر لگا رہے ہیں بیکو وسکی کا زمین کے گرد پہلا چکر سوویٹ خلا بازوں کا اعزاز چکر تھا۔ روسی خلائی جہاز کا وزن امریکی خلا بازوں کے خول (جس کا اندر وہ پرواز کرتے ہیں) سے تین گنا زیادہ ہے۔ جیسے خلا باز کو اوپر لے جانے والے راکٹ کے انجن کی طاقت امریکی راکٹوں سے کئی گنا ہے۔

جالندھر ۱۷ رجون۔ جالندھر کی سپورٹس انڈسٹری کو ان دنوں سخت کرائسس کا سامنا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ہنگامی حالات کی وجہ سے تعلیمی اداروں سے کھیلوں کے سامان کے بہت کم آرڈر موصول ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سپورٹس کے سامان کی برآمد بھی بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جاپان، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ بھی اب سپورٹس کا سامان جدید طرز کی مشینری سے تیار کرنے لگے ہیں اور جنوب مشرقی ایشیا کی بہت سی منڈیوں پر جاپان انڈونیشیا اور تھائی لینڈ چھا گئے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر پہلے کی نسبت ۲۰ اور ۲۵ فیصد کم سامان بن رہا اس کا اثر روزگار پر بھی پڑا ہے اور اسی تناسب سے بے روزگاری آمد و رفت میں بھی بڑا فرق پڑا ہے۔ برآمد کرنے والے سامان کے لئے اگر جالندھر میں جدید طرز کا پلانٹ نہ لگایا گیا۔ تو ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں بیرونی ممالک میں بھارت کا سپورٹس کا مال برآمد نہ ہو کیونکہ جاپان اور انڈونیشیا کے مقابلہ میں مہنگا ہوتا ہے کیونکہ یہاں سارا سامان ہاتھ سے تیار ہوتا ہے۔

وزیر داخلہ پنجاب قادیان میں!

قادیان مورخہ ۱۶ رجون۔ آج جناب پنڈت موہن لال صاحب وزیر داخلہ حکومت پنجاب بالمیک سبھا کی دعوت پر ان کی سالانہ تقریب میں شمولیت کے لئے قادیان میں تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں سردار دیوان لال صاحب نے دعوت عصرانہ دی۔ جس میں شہر کے بہت سے معززین بھی مدعو تھے۔ سلسلہ کی طرف سے محترم ناظر صاحب امور عامہ بعض دیگر احباب کی معیت میں دعوت میں شامل ہوئے۔ ازاں بعد جناب وزیر داخلہ نے بعض افراد کی شکایات سنیں اور بلاک کانگریس کے دفتر میں بھی چند منٹ کے لئے گئے۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب احمدیہ محلہ میں تشریف لائے۔ اور مہمانخانہ میں آدھ گھنٹہ تک مع دیگر معززین کے تشریف فرما رہے۔ سلسلہ کے ناظر صاحبان اور محترم ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب آف عدن بھی شریک مجلس رہے۔ یہاں سے فارغ ہونے اور شام کا کھانا کھانے کے بعد آپ نے محلہ ہرنگن پورہ میں حاضرین کے مطابق تقریر فرمائی۔ اور ساڑھے دس بجے کے قریب بٹالہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ولادت

مکرمی بابو تاج الدین صاحب پرائیویٹ سیکرٹری امیر جماعت احمدیہ سری نگر کے بیٹے فضل الرحمن صاحب ... کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۱ مئی بروز جمعۃ المبارک فرزند عطا کیا۔ بزرگان سلسلہ درویشان و مبلغین کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو نیک اور خادم دین بنائے۔ عزیز نومولود سید محمد شاہ صاحب آف چیچہار کشمیر کا نواسہ ہے۔ اس خوشی میں ۵/۰ روپے ... اشاعت ...